ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴ مئی ۱۹۶۳ء

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ وَقَالَ ھُمْ سَوَاءٌ۔ رواہ مسلم

ترجمہ:۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے (سود لینے والے) پر سود دینے والے پر، اور گواہوں پر اور فرمایا ہے وہ سب برابر ہیں (گناہ میں)۔

•

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلُ الرِّبٰوا فَاِنْ لَّمْ یَاْکُلْہُ اَصَابَہٗ مِنْ بُخَارِہٖ وَیُرْوٰی مِنْ غُبَارِہٖ۔ رواہ احمد وابوداود والنسائی وابن ماجہ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک ایسا زمانہ لوگوں پہ آئیگا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہ رہیگا اگر کوئی شخص ہوگا بھی تو اس کو سود کا بخار (اثر) پہنچے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچیگا۔

•

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْظَلَۃَ غَسِیْلِ الْمَلٰئِکَۃِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْھَمُ رِبٰوا یَاْکُلُہُ الرَّجُلُ وَھُوَ یَعْلَمُ اَشَدُّ مِنْ سِتَّۃٍ وَّثَلٰثِیْنَ زَنْیَۃً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَزَادَ وَقَالَ مَنْ نَبَتَ لَحْمُہٗ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ غسیل ملائکہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کا ایک درہم جس کو آدمی جان بوجھ کر کھاتے چھتیس ۳۶ زنا سے زیادہ گناہ رکھتا ہے (احمد، دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے یہی روایت نقل کی ہے اور یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گوشت مال حرام سے پیدا ہو وہ دوزخ ہی کے لائق ہے)۔

•

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبٰوا فِی النَّسِیْئَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ لَا رِبٰوا فِیْمَا کَانَ یَدًا بِیَدٍ۔

ترجمہ:۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سود اُدھار میں سے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اس چیز میں سود نہیں جو دست بدست ہو۔ بخاری ومسلم

•

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرِّبٰوا سَبْعُوْنَ جُزْءً اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سود کے گناہ کے ستّر حصے ہیں ایک معمولی سا حصّہ یہ ہے کہ (اس کا گناہ ایسا ہے جیسا کہ) کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی)

•

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّبٰوا وَاِنْ کَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَہٗ تَصِیْرُ اِلٰی قُلٍّ رَوَاھُمَا ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوٰی اَحْمَدُ الْاَخِیْرَ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سود (کا مال) اگرچہ زیادہ ہو لیکن اس کا انجام کمی پر ہوتا ہے۔

•

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عَلٰی قَوْمٍ بُطُوْنُھُمْ کَالْبُیُوْتِ فِیْھَا الْحَیَّاتُ تُرٰی مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِھِمْ فَقُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ ھٰؤُلَاءِ اَکَلَۃُ الرِّبٰوا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معراج کی رات میں میرا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھڑوں کی مانند تھے (یعنی بڑے بڑے) اور ان پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے تھے۔ جو پیٹوں کے باہر سے نظر آتے تھے۔ مَیں نے پوچھا۔ جبرئیل یہ کون ہیں کہا یہ لوگ سودخوار ہیں۔ (احمد، ابن ماجہ)

•

عَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَمَانِعَ الصَّدَقَۃِ وَکَانَ یَنْھٰی عَنِ النَّوْحِ۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مَیں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لعنت فرماتے ہوئے سودخوار پر، سود دینے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر یا سود کا حساب لکھنے والے پر اور صدقہ سے منع کرنے والے پر اور آپؐ منع فرماتے تھے نوحہ کرنے سے۔ (نسائی)

•

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَقْرَضَ الرَّجُلُ فَلَا یَاْخُذْ ھَدِیَّۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ ھٰکَذَا فِی الْمُنْتَقٰی۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب کوئی کسی کو قرض دے تو پھر قرض لینے والے سے ہدیہ قبول نہ کرے

•

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت
ہے ایسی تجارت میں مُسلماں کا خسارا

شرح چندہ
پاکستان و ہندوستان میں
سالانہ ۱۱ روپے
ششماہی ۶ روپے
سہ ماہی ۳ روپے
— ایڈیٹر —
مناظر حسین نظر

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
فون نمبر — ۶۷۵۴۵

شرح چندہ بیرونی ممالک
سعودی عرب، کویت، ایران
افریقہ، ملایا، انگلینڈ، ہانگ کانگ
وغیرہ سے
عام ڈاک سے ۱۸ روپے ۸۷ پیسے
ہوائی ڈاک سے ۵۲ روپے
امریکہ!
امریکہ ڈاک سے ۲۴ روپے ہوائی ڈاک ۸۰/۸۲ روپے

جلد ۹ | ۲۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۲۴ مئی سنہ ۱۹۶۳ء | شمارہ 3

قیادت پاکستان
وقت کی ایک اہم پکار
(۱)

قیام پاکستان کی غرض و غایت یہ تھی کہ مسلمان قوم جو اپنے نظریات و عقائد کی بنا پر ہی نہیں، عام معاملات حیات میں بھی ہمسایہ اقوام سے الگ تھلگ ہے، اس کو ایک ایسا خطۂ زمین میسر آجائے جہاں وہ اپنے عقائد و نظریات کو آزادی سے اپنا سکے۔ جس کے متعلق اس کا عقیدہ ہے کہ وہ اٹل خدائی قوانین ہیں۔ اور نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کی بھلائی اور بہتری کیلئے ہیں۔ دہ ملک میں امن و سکون اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ ان خدائی قوانین کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنایا جائے۔

ہم نے کیا کیا؟

لیکن عملی طور پر دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ بلاشبہ ہم نے بڑی قربانیوں کے بعد ایک خطہ زمین تو حاصل کر لیا مگر قائد اعظم کے زریں الفاظ میں

"پاکستان کا بنا لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ مشکل ترین کام تو اسے صحیح خطوط پر چلانا اور ایک مثالی ریاست بنانا ہے"!

لیکن جب ہم قیام پاکستان سے لے کر اب تک کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو انتہائی اندوہ سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نہ صرف ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا۔ بلکہ ابھی تک ہم میں قومیت اور وطنیت کا صحیح احساس بھی پیدا نہیں ہوا۔

ایسا کیوں ہوا؟

ان اسباب پر اگر غور کیا جائے تو بہت سے اسباب نظر آئیں گے لیکن یہاں پر صرف ان امور کا ذکر کیا جائے گا جو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں

سیاسی قیادت

قائد اعظم کی وفات اور لیاقت علی خاں کی شہادت کے بعد صحیح معنوں میں ملک کو صحیح سیاسی قیادت نصیب نہیں ہوئی۔ ملک میں ہمیشہ دو گروہ برسر پیکار رہے۔ ایک برسر اقتدار طبقہ، دوسرے محروم اقتدار، برسر اقتدار طبقہ نے ہر قیمت پر اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور محروم اقتدار گروہ نے جان کی بازی لگا کر بھی برسر اقتدار گروہ کی بساط الٹنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اس کشمکش میں ایک اور طبقہ معرض وجود میں آیا۔ جسے موقع پرست یا ابن الوقت کہنا زیادہ درست ہوگا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی تقدیریں صبح و مسا بدلتی تھیں اس کشمکش اقتدار نے ان سیاسی راہنماؤں کو عوام سے قطعی بیگانہ کر دیا اور وہ یاس و قنوطیت کے بحر ذخار میں غوطے کھانے لگے۔

تجارت پیشہ طبقہ

دوسرا طبقہ ان لوگوں کا تھا جو ہندوؤں کے چلے جانے کے بعد ملک کی صنعت و تجارت کو سنبھالا دینے کے لئے آگے بڑھا۔ حکومت نے انہیں ہر قسم کی سہولتیں دیں۔ لیکن یہ دولت کے پجاری بن کر رہ گئے اور دولت کو ہی اپنا الٰہ بنا لیا۔ یہ لوگ ملک و قوم اور سماج سے بے نیاز ہو کر افزائش دولت میں مصروف ہو گئے اور اس طرح یہ طبقہ بھی عوام کی ضروریات و احساسات سے بیگانہ ہو کر الگ تھلگ ہو گیا لیکن اس بیگانگی کے باوجود ان میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا نعرہ مشترک رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام منتشر بھیڑیں بن کر رہ گئے

انسانی نطرت

غالبؔ نے غلط نہیں کہا تھا کہ ؎

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

انسان فطرتاً ہنگامہ پسند واقع ہوا ہے۔ وہ جمود نہیں حرکت کو پسند کرتا ہے اور یہ ہے بھی درست کہ زندگی حرکت کا ہی دوسرا نام ہے۔ اگر قوم کی قیادت صحیح افراد کے ہاتھ میں ہو تو وہ اُن کی خوئے حرکت کو کسی مفید اور صحیح تحریک پر مرکوز کر کے ایسے مفید کام لے سکتے ہیں جو ملک و ملت کے لئے کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر عوام کو صحیح قیادت میسر نہ آئے تو ان کا رہوار تصور بے عناں ہو جائے گا ایسے لوگ پھر تسکین ذہنی کے لئے جرائم کی طرف توجہ کرتے ہیں جس سے کم از کم ملک کا اندرونی سکون ایک حد تک مخدوش ہو جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ملک میں صحیح عوامی قیادت موجود نہیں۔

قیادت کس کو سونپی جائے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک و ملت کی قیادت کن لوگوں کے سپرد کی جائے۔ سیاسی زعماء کو عوام نے گزشتہ پندرہ سولہ سال میں خوب آزما دیکھا ہے اور عوام ان سے صحیح طور پر برگشتہ ہو چکے ہیں۔ لیکن قیادت تفویض کرنے سے پہلے ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ ہم کیا ہیں؟ ہمارے معتقدات کیا ہیں؟ اور ہم نے یہ خطہ زمین کن بنیادوں پر حاصل کیا تھا؟ اس کا مختصر جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے معتقدات وہی ہیں جو اسلام نے پیش کئے اور یہ خطہ زمین ہم نے اسی لئے حاصل کیا تھا کہ ہم اس میں ایک مثالی ریاست قائم کر سکیں جو دوسرے اسلامی ممالک کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے

مذہب صرف معتقدات تک محدود ہوتا ہے اس کے برعکس قرآن حکیم نے اسلام کو دین کہا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اسلام میں دین و سیاست کوئی الگ الگ چیزیں نہیں، بلکہ ایک ہی شجر کی دو شاخیں ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

؎ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اس سے کم از کم ایک اصول یہ طے ہو جاتا ہے کہ ہم دین اور دنیا میں صرف اسلام کی مشعل ہدایت لے کر ہی چل سکتے ہیں۔ اور اس کے بغیر کم از کم مسلمانوں کی کامیابی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام پر چل کر ہی ہم فوز و فلاحِ دنیاوی اور اخروی حاصل کر سکتے ہیں، تو وہ کون سے لوگ ہیں جو اس ضمن میں ہماری قیادت کی ذمہ داری سنبھال سکتے ہیں

قائد کون ہو؟

ظاہر ہے کہ ملک کا وہ طبقہ جو مذہب سے بیگانہ ہے یا اس کی اسلام سے وابستگی محض نام تک ہے وہ موضوع بحث نہیں ہے۔ ان کے علاوہ ایک طبقہ ضرور ایسا ہے جو اسلام سے شغف تو رکھتا ہے اور اس میں دین کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت بھی موجود ہے لیکن اس طبقہ کی اپنی مصروفیات کچھ ایسی ہیں کہ وہ اس طرف توجہ نہیں دے سکتا — ان کے بعد صرف ایک ہی طبقہ باقی رہ جاتا ہے جسے دین سے شغف بھی ہے۔ اور وہ اسی کو اپنا

باقی صفحہ ۱۲ پر

مجلسِ ذکر بروز جمعرات ۲۱ ذی الحج ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء

ذکر اللہ جل شانہ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد :- گذشتہ مہینوں سے ذکر الٰہی کی فضیلت اور اس کی ضرورت کے متعلق کچھ بیان چلا آ رہا ہے۔ اصل میں ذکر الٰہی کی تاکید میں قرآن مجید سارا بھرا پڑا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے - آج دین سے ناواقف اور جاہل تصوف کو نوایجاد اور زائد از ضرورت قرار دیتے ہیں انہیں محسن حقیقی سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے اگر وہ اللہ تعالےٰ کے احسانات وانعامات کو یاد کرتے۔ تو ضرور اس کا شکر ادا کرتے اور شکر یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا پڑھی جائے تسبیح بیان کی جائے اور ہاتھ پاؤں سے اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق کام کئے جائیں انسان جب کسی چیز کا بار بار تکرار کرتا ہے - بار بار ذکر کرتا ہے تو وہ دل میں گھر کر لیتی ہے - اسی طرح اللہ تعالےٰ کا بار بار ذکر کرنے سے ہر وقت اُسی کا خیال رہے گا اور پھر کوئی کام سرزد نہیں ہوگا - ہمیں اللہ تعالےٰ کے احسانات و انعامات کا شکر ادا کرنا چاہیئے - اس کے دربار میں گڑگڑائیں، ذکر اللہ کریں، ہاتھ پھیلائیں - دین و دنیا کی بھلائیاں اور نجات آخرت کی دعا مانگیں ———

اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورۂ منافقون رکوع ۲)

ترجمہ :- اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں (کیونکہ یہ اشیاء تو اسی جہاں میں ہی ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ تعالےٰ کا ذکر تو آخرت میں کام دینے والا ہے۔

وَمَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ (سورۂ جن رکوع ۱)

ترجمہ :- جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا - اللہ تعالےٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے - کہ انسان کے اللہ والے بے غرض دوست ہوتے ہیں باقی سب غرض والے دوست ہوتے ہیں۔

آپ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کریں ہر قسم کی سہولت کا سامان مہیا کر کے دیں - اگر ایک دن بھی اس کی مرضی کے خلاف کام کیا تو وہ ساری نیکیاں بھلا دے گی

اسی طرح اگر کوئی دوست ہے تو وہ ہر فائدہ اور نفع میں تو ساتھ ہے - اگر کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچی تو منہ لبسور کر ایک طرف ہو جائے گا - لیکن افسوس - کہ ہم ہزاروں نافرمانیاں کرتے ہیں اپنے پروردگار کی - لیکن وہ پھر بھی ہمارے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں روزی وصحت اُسی طرح مل رہی ہے

حضرت ایک عبرت ناک واقعہ سنایا کرتے تھے ایک بوڑھی عورت آئی اور آکر کہنے لگی - کہ میرے خاوند کا ایک مکان تھا - وہ جب فوت ہوا تو میرا بچہ چھوٹا تھا - میں نے چرخہ کات کر اور محنت مزدوری کر کے اس کو پڑھایا اور شادی کی، میں ایک چھوٹے سے کمرہ میں رہتی ہوں اور باقی سارا مکان اُس کے پاس ہے - اب وہ کہتا ہے کہ اس کمرہ کو بھی خالی کرو - میں نے اسے کرایہ پر چڑھانا ہے - ایسے کئی واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں یہ سب کچھ اسلامی تعلیمات کے نہ ہونے اور انگریزی تعلیم کے رنگ کا نتیجہ ہے

اگر شروع میں اولاد کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے - تو اعلیٰ قسم کے اخلاق پیدا ہوں گے، والدین اور دوسروں کا ادب کریں گے - کیونکہ قرآن سکھلاتا ہے کہ ماں باپ اگر تم پر ظلم بھی کریں تو تم اُف تک نہ کہو بلکہ نرمی سے ان کے ساتھ برتاؤ کرو - ایسی تعلیم حاصل کرنے والا والدین کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہے - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے - اور فرمایا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو - تباہ و برباد ہو کہ جس نے بوڑھے ماں باپ یا اُن میں سے ایک کو زندہ پایا - اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ گیا - خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کو بھی راضی کرتے ہیں اور والدین کی خدمت کر کے جنت کے مستحق بنتے ہیں

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے

سب کچھ بنتا ہے آسان
سب سے مشکل بنتا ہے انسان
اور انسان بناتا ہے فقط قرآن

انسانیت کا نمونہ ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول اور ان کے سارے احکامات کو دل سے مان لینے کا نام ہے ایمان - اور پھر اُن سب احکامات پر عمل کرنے کا نام ہے اسلام اور اس پر عمل کرنے والا ہے مسلمان۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں مسلمان اور انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

بقیہ : اداریہ قیادتِ پاکستان

سرمایۂ حیات بھی سمجھتا ہے اور اس نے اسی کی سربلندی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں - وہ قرآن حکیم کے اس ارشاد ربانی پر عامل ہے کہ " تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے !"

یہ طبقہ صرف علماء کرام کا ہے — اور وہ عوام کے بہت قریب بھی ہیں - عوام ان کی سنتے ہیں - اور عوام پر ان کا اثر ہے اور یہی اس قیادت کو سنبھال سکتے ہیں . . . . (باقی)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

۳۱ مئی کو جمعہ پڑھا کر حضرت مولانا محمد اجمل صاحب اور ڈاکٹر مناظر حسین نظر مدیر خدام الدین کی معیت میں بذریعہ خیبر میل عازم پشاور ہوں گے ——— یکم جون کو جامع مسجد گنج علیخاں پشاور میں تقاریر ہوں گی -

۲ جون صبح آٹھ بجے جامع مسجد قاسم علی خاں میں درس قرآن ہوگا — اسی دن نوشہرہ روانہ ہوں گے

۳ جون - نوشہرہ میں قیام ہوگا

۴ جون کو نوشہرہ سے لاہور واپسی ہوگی

احباب مطلع رہیں (ادارہ)

خطبہ جمعہ ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء بمطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ

نظر بر قدم

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ :—

امّا بعد! بزرگانِ محترم!

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا ہے:—

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (پارہ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۶۳)

ترجمہ! اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں —

حاشیہ شیخ الاسلام مرحوم

رحمان کے مخلص بندے رحمٰن کا نام سن کر ناک بھوں نہیں چڑھاتے۔ بلکہ ہر فعل و قول سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کی چال ڈھال سے تواضع، متانت، خاکساری اور بے تکلفی ٹپکتی ہے — متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے — یہ مطلب نہیں کہ ریا و تصنع سے بیماروں کی طرح قدم اٹھاتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی جو رفتار احادیث میں منقول ہے اس کی تائید نہیں کرتی۔

حاصل

۱۔ اللہ کے مخلص بندے تکبر سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی چال میں بھی کبر کا نام و نشان نہیں ہوتا —

۲۔ اللہ والوں میں تواضع، انکساری اور متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے

۳۔ اللہ والے ریاء اور تصنع سے پاک ہوتے ہیں

۴۔ وہ اپنے ہر قدم کا محاسبہ کرتے ہیں —

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو اپنے ہر قدم کا محاسبہ کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ آیا یہ قدم اللہ کے دین کے راستہ میں اور خدا و رسولؐ کی رضا کے مطابق اُٹھ رہا ہے یا اس کے خلاف ہے۔ اگر خداوند قدوس جل شانہ، کی رضا کے مطابق اور اس کے فرمان کے تحت قدم اُٹھے تو اُسے روکنا نہ چاہیئے خواہ مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑے اور اگر خدا و رسولؐ کے احکامات کے خلاف قدم اُٹھ رہا ہے۔ تو اُسے وہیں روک دینا چاہیئے۔ خواہ ساری کائنات کے خزانے انسان کو دستیاب ہوتے ہوں — اس کے علاوہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی جماعت کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص جب زمین پر چلے تو اُسے چاہیئے کہ وہ دائیں قدم پر زبان سے اللہ، کہے اور جب بایاں قدم زمین پر رکھے تو، ھو، کہے ساتھ ہی یہ تصور کرے اور ہر وقت اُسے یہ دھیان بندھا رہے کہ اللہ رب العزت مجھے دیکھ رہے ہیں — اس طرح اُس کے دل میں حق تعالےٰ کی عظمت و معرفت استحضار پیدا ہوگا اور اس احسانی کیفیت کے اثر سے چال میں غلامی کی شان ہویدا ہوگی —

صوفیاء کی اصطلاح میں اس ساری کیفیت کو نظر بر قدم، کہتے ہیں — حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سلوک کی راہ طے کرنے والے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہوش در دم، نظر بر قدم سفر در وطن......اور خلوت در انجمن کی پوری پابندی کریں — آج صرف، نظر بر قدم، کے سلسلے میں معروضات پیش ہونگی۔

حضرت مخدوم علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ ہر طالب حق کے لئے لازم ہے کہ وہ چلتے وقت یہ خیال رکھے کہ وہ اپنا قدم زمین پر کس لئے رکھتا ہے خواہش نفسانی کے لئے یا اللہ تعالےٰ کے لئے — اگر وہ خواہش نفسانی کے لئے زمین پر قدم رکھتا ہے۔ تو استغفار پڑھے۔ اور اس کا قدم اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے تو اس میں اور بھی کوشش کرے تاکہ اُسے مزید خوشنودی حاصل ہو جائے —

حضرت داود طائی قدس اللہ سرہ سے روایت ہے کہ ایک روز آپ نے دوا پی ہوئی تھی۔ لوگوں نے کہا تھوڑی دیر گھر کے صحن میں ٹہل لیں تاکہ دوائی اپنا اثر ظاہر کرے — آپ نے فرمایا

”مجھے شرم آتی ہے کہ قیامت میں اللہ تعالےٰ جل شانہ، مجھ سے سوال کرے کہ تو نے اتنے قدم کیوں اپنے نفس کی خواہش میں زمین پر رکھے۔ جب اللہ جبار اور بزرگ نے فرمایا — وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ اور ان کے پاؤں اس امر کی شہادت دیں گے جو وہ دنیا میں کماتے تھے) — پس درویش کو لازم ہے۔ کہ بیداری میں مراقبہ میں سر نیچے ڈالے ہوئے چلے اور سوائے سامنے نظر رکھنے کے کسی اور طرف نہ دیکھے —

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ درویش کی رفتار مراقبہ کے بغیر غفلت ہے۔ کیونکہ قرب حق مسافت طے کرنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اللہ رب العزت کی یاد میں شاغل رہنے، دل و دماغ اور اعضاء کی عملی اور فکری قوتیں صرف اُسی کی طرف متوجہ رکھنے اور بندگی یا عبدیت کی منزلیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق طے کرنے سے ہاتھ آتا ہے۔

برادرانِ محترم!

عبدیت یا بندگی چونکہ تکبر کی ضد ہے اور تکبر انسان کو حق تعالےٰ جل شانہ، سے بہت دور لے جانے والا ہے۔ اس لئے انسان کو چال ڈھال میں بھی وہ انداز اختیار کرنا چاہیئے کہ جس سے تکبر کی قطعی کوئی بو نہ آئے — اسی لئے آیت بالا میں حضرتِ رحمٰن کے خاص بندوں کی یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ زمین پر دبے پاؤں اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں — اُن کی رفتار کا ”ہون“ یعنی تذلل اس امر پہ شہادت دیتا ہے اور اس حقیقت کی مخبری کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی بندگی اور حق تعالےٰ کی عظمت و کبریائی کو پہچان لیا ہے — پھر يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ میں لطیف اشارہ اس بات کا ہے کہ زمین پیدا تو چلنے ہی کے لئے کی گئی ہے، انسان کے قدموں سے اس کی پائمالی ہوتی رہتی ہے۔ مگر انسان کو نیت اس کی پائمالی کی نہ کرنا چاہیئے ورنہ زمین کا تو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ مگر انسان کی عبدیت کو ضرور نقصان پہنچ جائے گا — چنانچہ زمین کے مقابلہ میں چال سے اس کی حقارت ظاہر نہ ہونی چاہیئے جیسا کہ متکبرین اکڑ کر اینٹھ مروڑ کر ساتھ چلتے ہیں — قرآن عزیز میں ایک دوسری جگہ حق تعالےٰ جل شانہ، ارشاد فرماتے ہیں

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا

اور زمین پر اتراتے ہوئے اکڑ کر مت چلو۔

یہاں فِي الْاَرْضِ فرما کر اللہ رب العزت نے متکبرین کی چال کا انداز قدم بتایا کہ وہ تکبر سے زمین پر ایسی قوت سے قدم مارتے ہیں کہ اگر ان کا قابو چلے تو زمین کے اندر قدم پہنچا دیں۔ آگے ارشاد ہوتا ہے —

اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

اے متکبر تو زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر نہ زمین کو پھاڑ سکتا اور نہ بدن کو تان کر پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے۔ اور پھر اس عاجزی اور ضعف قوت کے ساتھ اترانا فضول محض اور بیکار ہے —

چلنے میں دوسرے شخص کا ادب

اسی طرح بزرگوں سے سُنا ہے کہ درویش کو لازم ہے کہ اگر کوئی شخص اُس کے سامنے سے آئے تو

پہلے کپڑوں کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو اُس سے ایک طرف نہ کھینچے تاکہ اُس پر ظاہر ہو کہ مومن اور اس کے کپڑے سب پاک ہوتے ہیں — اور انسان کا دوسرے شخص سے اپنے آپ کو کھینچنا سوائے غرور اور خود نمائی کے کچھ نہیں — کبر کی تعریف ہی رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی بَطْرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ یعنی حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا،

چنانچہ راہ چلتے ہوئے کسی شخص کو ذلیل، گندا یا مفلوک الحال سمجھ کر اُس سے اپنے آپ کو کھینچنا بھی کبر ہی کی ایک شکل ہے البتہ اگر کسی شخص پر کوئی ظاہری غلاظت ہو یا اس کے شر سے کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو پہلو بچانا روا ہے۔ مگر کبر پھر بھی دل میں پیدا نہ ہونا چاہیئے —

جماعت کیساتھ چلنے کے آداب

جب کوئی شخص ایک جماعت کے ہمراہ چل رہا ہو تو آگے آگے چلنے کا ارادہ نہ کرے — کیونکہ زیادتی چاہنا اور آگے بڑھ کر چلنا بھی تکبر ہے۔ نیز سب سے پیچھے پیچھے چلنے کا بھی قصد نہ کرے۔ کیونکہ کسی معاملہ میں حد سے زیادہ تواضع کا مظاہرہ کرنا بھی اچھا نہیں کہ یہ بھی عین تکبر ہے۔ اور اس سے ریا کا بیج بھی طبیعت میں بویا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی جماعت یا فرد کے ہمراہ چلتے ہوئے انسان کو راستہ میں کسی دوسرے شخص سے بات کرنے کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیئے تاکہ ساتھی کی حق تلفی نہ ہو اور اسے انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے —

طالب حق کو چاہیئے کہ نہ وہ بہت آہستہ چلے اور نہ چلنے میں جلدی کرے۔ بلکہ درمیانی چال چلے، زمین پر متانت کے ساتھ پورا قدم رکھے اور اللہ کی یاد میں شاغل رہے کہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص بہت آہستہ چلے تو اُس کی چال متکبرین کی مانند ہوگی اور اگر چلنے میں جلدی کرے اور تیزی دکھائے تو اہل حرص کے چلنے کے مشابہ ہوگا۔

حاصل کلام

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق یہ ہے "طالب حق کی رفتار ہمیشہ ایسی ہونی چاہیئے کہ اگر کوئی شخص اُس سے پوچھے کہ تو کہاں جا رہا ہے تو وہ جواب میں کہہ سکے

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ۝

بلاشبہ میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں عنقریب وہ مجھے حق کی طرف رہنمائی کرے گا)۔ اور اگر اس کی چال ایسی نہ ہو تو اُس کا چلنا اُس پر وبال ہوگا۔ اس لئے کہ قدموں کا صحیح ہونا دل کے خطرات کے صحیح ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پس جس کا خیال حق کے لئے مجتمع ہو۔ اس کے قدم اُس کے فکر اور اندیشے کے مطابق ہوں گے۔"

بزرگان محترم!

یہی نظر بر قدم ہے جس کے متعلق ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان اگر صوفیاء کے اس سبق پر بھی کاربند ہو جائے تو ہر قسم کے عملی گناہوں سے محفوظ ہو سکتا ہے — اللہ تعالےٰ ہمیں ہر کام اپنی رضا اور سنت سید الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین —

تنقید و تبصرہ

تبصرہ کے لئے مطبوعات کی دو جلدیں ارسال فرمائیے!

مجاہد الحسینی

تحقیق فدک

تصنیف :۔ حضرت مولانا احمد شاہ صاحب بخاری
صفحات :۔ ۳۸۴ سائز ۲۰×۳۰/۱۶
قیمت :۔ چار روپے
ملنے کا پتہ: مکتبۃ الفاروق ۔ چوکیرہ ضلع سرگودھا

اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ہی یہ نظریہ قائم کریں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیچھے "باغ فدک" کے نام سے اچھی خاصی مادی جائیداد چھوڑی ہے اور اس وراثت کے حقداروں میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی بڑے شدومد کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے پھر یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ اراضی فدک پر سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مخالفانہ قبضہ کر کے اس کی آمدن بیت المال میں جمع [illegible] دی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس وراثت سے محروم رکھا گیا۔ اس قسم کے ... نظریات پر سوائے العیاذ باللہ کہنے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہم انبیائے کرام کا گروہ ایسا ہے جو نہ تو کسی مادی وراثت پر قبضہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے بعد ایسی جائیداد چھوڑ کے جاتا ہے جو ورثاء میں تقسیم ہو۔ ہم جو کچھ بھی چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے

اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (نعوذ باللہ) عام لوگوں کی طرح اپنی اولاد کے لئے مادی وسائل مہیا کرنے کے لئے تشریف لاتے ہوتے تو پھر آپ کا خاندان دنیا میں ایسا ہوتا کہ دنیا کا کوئی دولت مند اور سرمایہ دار دنیا وی مال و اسباب میں اس کا ہمسر نہ ہوتا۔ یہاں تو یہ دیکھا جا رہا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کا یہ شبہ دور کرنے کے لئے کہ آپ دنیاوی جاہ و جلال سے ذرہ برابر بھی دلچسپی رکھتے تھے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کی آمدن اپنی آل اولاد کے لئے حرام قرار دے دی۔

اور بالفرض اگر اسے تسلیم ہی کر لیا جائے کہ باغ فدک پر تین خلفاء راشدہؓ نے مخالفانہ قبضہ جمائے رکھا تھا۔ تو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آیا کیا اس وقت "باغ فدک" کا قبضہ فاطمہ الزہراءؓ کے حوالے کر دیا گیا تھا! اگر نہیں تو پھر ایسے خلافِ اسلام نظریے پر اصرار کا آخر کیا فائدہ!

زیرِ تبصرہ کتاب "تحقیق فدک" کے مصنف مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری سابق مدیر اعلےٰ الفاروق سرگودھا کی علمی عظمت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے "الفاروق" کے زمانۂ ادارت میں مسلک اہل سنت والجماعت کی تبلیغ واشاعت کے سلسلہ میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں دینی حلقوں میں ان کی بڑی ہی قدر و منزلت ہے۔ جناب فاضل نے نہایت عالمانہ انداز میں پوری شرح و بسط کے ساتھ شیعہ حضرات کی مسلمہ اور معتبر کتابوں کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ معترضین کی پوزیشن سراسر معاندانہ اور مخالفانہ سازشوں کی آئینہ دار ہے —

تحقیق فدک" اپنے موضوع اور عنوان کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس کا مطالعہ کر کے ان تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے جو بعض عاقبت نااندیش لوگوں کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں۔!

کتاب کے سرسری مطالعہ ہی سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف نے کتاب کی تصنیف و تالیف میں بڑی محنت کاوش، اور عرقریزی سے ...... کام کیا ہے! یہ کتاب بہت سی کتابوں کا ماحصل اور نچوڑ ہے —

اس کتاب کا اندازِ تحریر اگر مناظرانہ نہ ہوتا۔ اور سلیس اور عام فہم انداز میں مسئلہ کی تحقیقی صورت ہی قارئین کے سامنے پیش کی جاتی تو اس کے اثرات بڑے گہرے اور دور رس ہوتے۔ اور علماء کرام کے علاوہ کم پڑھے لوگ بھی اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کر لیتے۔!

بہر حال یہ کتاب اجتماعی حیثیت میں بڑی ہی مفید اور نتیجہ خیز ہے۔ علماء کرام اور ایسے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

اس کتاب کی طباعت، کتابت اور گٹ اپ میں اچھے سلیقے سے کام لیا گیا ہے۔

(دوسری قسط)

عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رح

(مرسلہ ایم عبدالرحمٰن صاحب دھیانوی شیخوپورہ)

۱۲۔ حضرت انس رض دوسرے صحابی ہیں جن سے بکثرت روایتیں ہیں وہ خود اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے کہ "میرے بچو! علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ" (دارمی ۶۸)

(۱۳) ابان ان کے شاگرد ان کے سامنے بیٹھ کر ان کی روایتیں قید تحریر میں لایا کرتے تھے (دارمی ص۶۸)

(۱۴) سلمیٰ ایک خاتون کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کو دیکھا کہ وہ ابو رافع آنحضرت صلعم کے غلام سے آنحضرت صلعم کے کارنامے لکھا کرتے تھے (ابن سعد ۲ قسم ۲ صفحہ ۱۲۳)

(۱۵) واقدی سیرت نبوی صلعم کے ابتدائی مصنفین میں سے ایک سے بیان کرتا ہے کہ منذر بن ساوی رئیس عمان کے نام آنحضرت صلعم نے جو خط بھیجا تھا وہ ابن عباس کی کتابوں کے ساتھ میں نے دیکھا (زاد المعاد ۲۔۵۷)

(۱۶) غزوۂ بدر کا مفصل حال عروہ بن زبیر نے لکھ کر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا تھا (طبری ۱۲۸۵)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رض آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے اور ان کو آنحضرت صلعم کی بارگاہ میں حاضری کا اذن عام تھا ان کو شکایت تھی کہ لوگ میرے پاس آکر سن جاتے ہیں اور پھر اس کو جا کر لکھ لیتے ہیں اور میں قرآن کے سوا اور کسی چیز کے لکھنے کو حلال نہیں جانتا (دارمی ۶۷)

(۱۸) سعید بن جبیر تابعی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رض اور ابن عباس رض سے رات کو روایتیں سنتا تھا تو پالان پر لکھتا تھا صبح کو پھر میں اس کو صاف کر لیتا تھا (دارمی)

(۱۹) براء بن عازب صحابی رض کے پاس لوگ بیٹھ کر ان کی روایتوں کو لکھا کرتے۔ (دارمی ۶۹)

(ب) نافع جو حضرت ابن عمر رض کی خدمت میں ۳۰ برس رہے تھے اور وہ اپنے سامنے لوگوں کو لکھوایا کرتے تھے (دارمی ۶۹)

(۲۰) عبداللہ ابن مسعود رض کے صاحبزادے عبدالرحمٰن ایک کتاب نکال لائے اور قسم کھا کر کہا یہ خود حضرت عبداللہ ابن مسعود کی لکھی ہوئی ہے (جامع ۱۷)

(۲۱) سعید ابن جبیر رض کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو بعض باتوں میں اختلاف ہوتا تھا تو ان کو لکھتے تھے پھر حضرت ابن عمر رض کے پاس اس یادداشت کو چھپا کر لاتے تھے ان سے پوچھتے تھے اگر ان کو اس کا پتہ چل جاتا تو بس ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی تھا (جامع صفحہ ۴۳)

(۲۲) اسود تابعی کہتے ہیں کہ مجھ کو اور علقمہ کو ایک صحیفہ مل گیا اس کو لے کر ہم حضرت ابن عمر رض کے پاس آئے تو انہوں نے مٹا دیا (جامع ۳۳)

(۲۳) حضرت زید بن ثابت رض کاتب وحی تھے ان کو بھی روایتوں کو تحریر میں لانے سے انکار تھا تو مروان نے یہ تدبیر کی کہ ان کو سامنے بٹھایا اور پردہ کے پیچھے کاتب مقرر کئے کہ وہ جو بولتے جائیں یہ لکھتے جائیں (جامع صفحہ ۳۳)

(۲۴) حضرت معاویہ رض نے بھی ان کی ایک حدیث اسی طرح لکھوائی تھی، لیکن وہ تاڑ گئے اور زبردستی مٹوا دی (احمد ۵ صفحہ ۱۸۲)

حضرات! شاید آپ ٹھوس واقعات اور اشخاص کے نام سنتے سنتے گھبرا اُٹھے ہوں۔ لیکن اطمینان رکھئے کہ اب ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ جہاں سے صاف اور سیدھا راستہ نظر آ رہا ہے۔ میں نے اقتباسات اور حوالوں میں یہ دکھایا ہے کہ تحریری سرمایہ ہی اگر دنیا میں قابل وثوق ہو سکتا ہے۔ تو خود عہد نبوی میں صحابہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کو جمع کیا اور پچھلوں کے لئے یادگار چھوڑا اور پچھلوں نے اپنی کتابوں میں اس کو داخل کر لیا۔ اب ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ ہی کی زندگی میں تابعین نے ان کے تمام مرویات، واقعات اور حالات کو ایک ایک سے پوچھ کر، ایک ایک کے دروازہ پر جا کر بوڑھے، جوان، عورت مرد سب سے تحقیق کر کے ہمارے لئے فراہم کر دیا تھا۔

محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروہ، قیس بن ابی حزم، عطا بن ابی رباح، سعید ابن جبیر سینکڑوں تابعین ہیں جنہوں نے دیوانہ وار ایک ایک گوشہ سے دانہ دانہ جمع کیا اور ہمارے سامنے اس کا انبار لگا دیا۔ شہاب زہری نے جو حدیث و سیرت کے بڑے امام ہیں آنحضرت صلعم کی ایک ایک چیز کو لکھا ابو الزناد کہتے ہیں ہم صرف حلال و حرام لکھتے رہتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے وہ سب لکھتے جاتے تھے (جامع ۳۷)

ابن کیسان کہتے ہیں کہ میں اور زہری طلب علم میں ساتھ تھے میں نے کہا کہ میں سنن لکھوں گا۔ چنانچہ جو کچھ آنحضرت صلعم سے متعلق تھا سب لکھ لیا گیا، زہری نے کہا صحابہ سے جو کچھ متعلق ہے وہ بھی لکھو کہ وہ بھی سنت ہے۔ میں نے کہا کہ وہ سنت نہیں چنانچہ میں نے نہیں لکھا۔ انہوں نے لکھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب ہوئے اور میں برباد ہو گیا۔

(ضماد بن سعد ۲ قسم ۲ صفحہ ۱۳۵)

ان امور کو قید تحریر میں لانے والے سینکڑوں تابعی تھے جن میں سے ایک امام زہری ہیں صرف ان کی تحریروں کا انبار اتنا تھا کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد زہری کے یہ دفتر جانوروں پر لاد کر خزانے سے لائے گئے تھے۔

امام زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی وہ نسباً قریشی تھے۔ انہوں نے جس محنت کاوش اور استقصا سے آنحضرت صلعم کے حالات اور اقوال جمع کئے اس کا اندازہ مورخین کے اس بیان سے کرو، "کہ وہ مدینہ منورہ کے ایک ایک انصاری کے گھر جاتے، جوان، بوڑھے عورت مرد جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت صلعم کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلمبند کرتے (تہذیب ترجمہ زہری)

اس زمانہ میں بکثرت صحابہ زندہ تھے۔ زہری کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے اور یہ کل کے کل روز و شب آنحضرت صلعم کے اقوال، افعال اور احوال کی جمع و ترتیب، تعلیم و تدریس اور نشر و اشاعت میں مشغول تھے۔ یہی ان کی زندگی کا کام تھا۔ اس کے سوا دنیا کے ہر کام سے وہ کنارہ کش ہو گئے تھے

غلط فہمی کا بڑا سبب یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احادیث و سیر کی تدوین و تحریر کا کام تابعین نے شروع کیا اور تابعین ان کو کہتے ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کو دیکھا اور ان سے فیض پایا اور صحابہ کا زمانہ سو برس تک تقریباً رہا تو گویا تابعین کا عہد سو برس کے بعد شروع ہوا اور اس طرح گویا تدوین و تحریر کے سلسلے کا آغاز سو برس کے بعد ہوا حالانکہ یہ تمام تر غلط ہے۔

تابعین کا زمانہ

تابعین ان کو کہتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا اور صحابہ کی زیارت کی اور ان سے مستفید ہوئے عام اس سے کہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہوں مگر زیارت کا موقعہ نہ ملا ہو یا عہد نبوی کے آخر میں پیدا ہوئے اس لئے آپ سے فیضیاب نہ ہوئے یا آپ کی وفات ربیع الاول ۱۱ھ کے بعد پیدا ہوئے اور یہ سب تابعین میں داخل ہیں اس لئے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ تابعین کا عہد خود آپ کی زندگی ہی میں اور کم سے کم ۱۱ھ سے شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے ۱۱ھ سے جو کام شروع ہوا اس کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ تابعین نے اس کام کو آغاز کیا تابعین کا کارنامہ ہونے کے لئے ایک صحابی کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی ضرورت نہیں اور نہ سو برس کا زمانہ گزرنے کی ضرورت ہے وہ تابعیت کا آخری عہد ہے جس کے بعد تابعیت کے شرف کا خاتمہ ہوتا ہے کیونکہ صحابہ کے وجود کا خاتمہ ہو گیا جن کے دیدار کے شرف سے لوگ تابعی بنتے تھے الغرض اس تفصیل سے ثابت ہو گا کہ یہ کہنا کس درجہ دھوکہ ہے کہ مسلمانوں

میں اخبار وسیر کی ترتیب کا کام سو برس کے بعد شروع ہوا ـــــ

احکام اور سنن کی تدوین کے تین دور

مسلمانوں میں اخبار وسیر اور احکام وسنن کی ترتیب اور تدوین کے درحقیقت تین دور ہیں۔ اول جب ہر شخص نے صرف اپنے ذاتی معلومات کو یکجا کیا، دوسرا دور وہ آیا جب ہر شہر کے معلومات ایک جگہ فراہم کئے گئے تیسرا دور وہ تھا جب تمام دنیائے اسلام کے معلومات اکٹھا کئے گئے اور ان کو موجودہ کتابوں کی صورت میں جمع کیا گیا۔ پہلا دور غالباً ۱۰۰ھ تک قائم رہا دوسرا ۱۵۰ھ تک رہا اور تیسرا دور ۱۵۰ھ سے تیسری صدی کے کچھ دنوں بعد قائم رہا۔ پہلا دور صحابہ اور اکابر تابعین کا تھا۔ دوسرا دور تبع تابعین کا اور تیسرا دور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل وغیرہ کا تھا۔ پہلے دور کا تمام سرمایہ دوسرے دور کی کتابوں میں ہے اور دوسرے دور کی تمام کتابوں کا تمام مواد تیسرے دور کی کتابوں میں کھپا دیا گیا ہے اور دوسرے وتیسرے دور کی کتابوں کا سرمایہ آج ہزاروں اوراق میں ہمارے پاس موجود ہے اور دنیا کی تاریخ کا سب سے گراں بہا سرمایہ اور معتبر ومستند ذخیرہ ہے جس سے زیادہ مستند اور معتبر دنیا کی تاریخ کے خزانہ میں کوئی اور ذخیرہ نہیں

حضرت الاستاذ علامہ شبلی نعمانی کے بقول اس قسم کی زبانی روایتوں کے قلمبند کرنے کا موقعہ جب دوسری قوموں کو پیش آیا ہے یعنی کسی زمانہ کے حالات مدت کے بعد قلمبند کئے جاتے ہیں تو یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی بازاری افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں جن کے راویوں کا نام ونشان تک معلوم نہیں ہوتا ان افواہوں میں سے وہ واقعات قلمبند کر لئے جاتے ہیں جو قرائن اور قیاسیات کے مطابق ہوتے ہیں، تھوڑے زمانہ کے بعد یہی خرافات ایک دلچسپ تاریخی کتاب بن جاتے ہیں یورپ کی اکثر یورپین تصنیفات اسی اصول پر لکھی گئی ہیں

لیکن مسلمانوں نے اس فن سیرت کا جو معیار قائم کیا وہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا اور اگر خود نہ تھا تو شریک واقعہ تک تمام درمیانی راویوں کے نام بترتیب بیان کئے جائیں اس کے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایات میں آئے کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ ان کے مشاغل کیا تھے؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سمجھ کیسی تھی؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ سطحی الذہن تھے یا نکتہ رس؟ عالم تھے یا جاہل؟ ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا۔ لیکن سینکڑوں ہزاروں محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کر دیں۔ ایک ایک شہر میں گئے، راویوں سے ملے، ان کے متعلق ہر قسم کے حالات معلوم کئے انہیں تحقیقات کے ذریعہ سے اسماء الرجال کا وہ عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت کم از کم لاکھ شخصوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

اصول تنقید و درایت

یہ تو صرف روایت کے متعلق تھا اصول تنقید اور درایت یعنی عقلی حیثیت سے روایتوں کے پرکھنے کے اصول وقواعد الگ ترتیب دئے اور بتایا کہ کیونکر اس حیثیت سے روایتوں کی تصحیح یا تغلیط کی جا سکتی ہے راویوں کی چھان بین اور تحقیق میں اس درجہ دیانتداری اور حق گوئی سے کام لیا کہ وہ واقعات آج اسلام کے مفاخر میں ہیں، راویوں میں بڑے بڑے خلفاء اور امراء بھی تھے جن کی تلواروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی مگر محدثین نے نڈر ہو کر سب کی پردہ دری کی اور ان کو وہی درجہ دیا جو اس بارگاہ میں ان کو مل سکتا تھا۔ امام وکیع بڑے محدث تھے۔ لیکن ان کے باپ سرکاری خزانچی تھے۔ اس بنا پر جب وہ ان سے روایت کرتے تو ان کی تائید میں کسی دوسرے راوی کو ضرور ملا لیتے یعنی تنہا اپنے باپ کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس احتیاط اور حق پسندی کی کوئی حد ہے؟ مسعودی ایک محدث ہیں، ۱۵۴ھ میں ایک امام معاذ بن معاذ نے ان کو دیکھا کہ ان کو اپنی تحریری یادداشت دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہوں نے فوراً ان کے حافظہ سے اپنی بے اعتباری ظاہر کر دی۔ یعنی امام معاذ بن معاذ وہ بزرگ ہیں کہ ان کو ایک شخص نے دس ہزار دینار جس کی قیمت آج دس ہزار کی گنتی سے زیادہ ہے صرف اس معاوضہ میں پیش کرنے چاہے کہ وہ ایک شخص کو معتبر (عادل) اور غیر معتبر کچھ نہ کہیں یعنی اس کے متعلق خاموش رہیں انہوں نے اشرفیوں کے اس توڑے کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ "میں کسی حق کو چھپا نہیں سکتا" کیا تاریخ اس سے زیادہ احتیاط اور اس سے زیادہ دیانتداری کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کچا پکا، صحیح اور غلط، قوی اور ضعیف قابل قبول اور ناقابل قبول روایتوں کا انبار آج بھی دنیا کے سامنے موجود ہے اور آج بھی انہی اصول کے مطابق ہر واقعہ کی پوری تنقید کی جا سکتی ہے اور کھرے کھوٹے کو الگ کیا جا سکتا ہے

آنحضرتؐ کی سیرت کے مآخذ

حضرات! ان خشک تحقیقات نے آپ کا بڑا وقت لیا۔ آنحضرت کی سیرت مبارکہ کا تاریخی پہلو اب بھی بڑی حد تک آپ کے سامنے آ گیا ہوگا۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آنحضرت کے حالات اور واقعات کا جو سرمایہ فراہم ہوا اس کے کیا کیا مآخذ قرار پائے اور اس کو کس کس طرح ترتیب دیا گیا

(۱) سیرت مبارکہ کا سب سے اہم اور سب سے مستند، سب سے زیادہ صحیح وہ حصہ ہے جس کا مآخذ خود قرآن پاک ہے جس کی صحت اور معتبری میں درست کیا دشمن بھی شک نہ کر سکے، آنحضرتؐ کی سیرت کے تمام ضروری اجزاء، قبل نبوت کی زندگی، یتیمی غربت، تلاش حق، نبوت، وحی، اعلان وتبلیغ، معراج، مخالفین کی دشمنی، ہجرت، لڑائیاں، وقائع اخلاق سب اس میں موجود ہیں اور اس سے زیادہ معتبر تاریخی سیرت دنیا کے پردہ پر دنیا میں کوئی موجود نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا مآخذ حدیث ہیں جو ایک لاکھ کے قریب ہیں۔ جن میں صحیح الگ اور کمزور الگ اور جعلی الگ ہیں صحاح ستہ کا سرمایہ ہے جس کا ایک ایک واقعہ تولا اور پرکھا ہوا ہے۔ مسانید ہیں جن میں سب سے ضخیم امام ابن حنبل کا مسند ہے اور ان میں سے ہر ایک جلد کی ضخامت مصر کے بڑے باریک صفحہ کے ٹائپ میں پانچ سو صفحوں سے کم نہ ہوگی اس میں ایک ایک صحابی کی روایتیں الگ الگ ہیں۔ ان مجموعوں میں آنحضرتؐ کے حالات اور تعلیمات سب کچھ ملے جلے ہیں۔

۳۔ تیسرا مآخذ مغازی یعنی وہ کتابیں جن میں زیادہ تر آنحضرتؐ کے صرف غزوات اور لڑائیوں کا حال اور ضمناً دیگر واقعات بھی موجود ہیں۔ ان میں مغازی عروہ بن زبیر المتوفی ۹۴ھ، مغازی زہری المتوفی ۱۲۴ھ مغازی موسے ابن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ مغازی ابن اسحٰق المتوفی ۱۵۱ھ مغازی زیاد بکائی المتوفی ۱۸۳ھ مغازی واقدی المتوفی ۲۰۷ھ وغیرہ قدیم ہیں

۴۔ چوتھا مآخذ عام تاریخ کی کتابیں جن کا پہلا حصہ خاص آنحضرت کے سوانح پر ہے ان میں سب سے زیادہ معتبر اور مبسوط طبقات ابن سعد اور تاریخ الرسل والملوک امام ابوجعفر طبری، تاریخ صغیر وکبیر امام بخاری، تاریخ ابن حبان اور تاریخ ابن ابی خثیمہ بغدادی المتوفی ۲۹۹ھ وغیرہ ہیں

۵۔ پانچواں مآخذ آنحضرتؐ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا الگ دفتر ہے۔ جن کو کتب دلائل کہتے ہیں مثلاً دلائل النبوت ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ، دلائل النبوۃ ابو اسحٰق حربی المتوفی ۲۵۵ھ دلائل امام بیہقی المتوفی ۴۳۰ھ دلائل ابونعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ دلائل مستغفری المتوفی ۴۳۲ھ دلائل ابو القاسم اسمٰعیل اصفہانی المتوفی ۵۳۵ھ اور سب سے زیادہ مبسوط کتاب اس فن میں امام سیوطی کی خصائص کبریٰ ہے

۶۔ چھٹا مآخذ کتب شمائل ہیں یعنی وہ کتابیں جو آنحضرتؐ کے صرف اخلاق وعادات اور فضائل ومعمولات زندگی پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ کی کتاب الشمائل ہے۔ جس کی بڑے علماء نے بیسیوں شرحیں لکھی ہیں اور سب سے ضخیم اور بڑی کتاب اس فن میں کتاب الشفا فی حقوق المصطفےٰ قاضی عیاض کی اور اس کی شرح نسیم الریاض شہاب خفاجی کی ہے اسی فن کی دوسری کتابیں شمائل النبی ابو العباس مستغفری المتوفی ۴۳۲ھ اور شمائل النور الساطع ابن المقری غرناطی

المتوفی سنہ ۵۸۶ھ اور سفر السعادۃ مجد الدین فیروز آبادی المتوفی سنہ ۸۱۷ھ کی ہیں۔

اس سے الگ وہ کتابیں ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ہیں۔ جن میں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ آنحضرتؐ کے مقامی حالات اور ان مقامات کے نام و نشان ہیں۔ جن کو آنحضرتؐ سے کوئی تعلق ہے اس قسم کی کتابوں میں سب سے قدیم اخبار مکۃ الازرقی المتوفی سنہ ۲۲۳ھ اخبار مدینہ عمر بن شبہ المتوفی سنہ ۲۶۲ھ اخبار مکۃ فاکہی اخبار مدینہ ابن زبالہ وغیرہ ہیں۔

حضرات میں نے سیرت مبارکہ کے تاریخی سرمایہ کا جو نقشہ آپ کے سامنے آج کے خطبہ میں پیش کیا ہے اس سے موافق مخالف ہر ایک کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیرت محمدی کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ صرف اس زبانی حفظ اور تحریری یادداشت ہی پر محدثین سلف اور خلفائے اسلام نے قناعت نہیں کی۔ بلکہ اس فن کے بڑے بڑے اماموں کے لئے مغازی کی تعلیم کی غرض سے درسگاہوں اور مسجدوں میں حلقے قائم کئے حضرت قتادہ انصاری صحابی تھے ان کے پوتے عاصم بن عمر جو مغازی کے امام تھے اور جنہوں نے سنہ ۱۲۱ھ میں وفات پائی ہے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے حکم سے پایہ تخت دمشق کی جامع مسجد میں بیٹھ کر اس کا درس دیتے تھے (تہذیب)

غرض آنحضرتؐ کے عہد مبارکہ سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ میں، ہر ملک میں، ہر زبان میں آپ کے واقعات، حالات، اور ارشادات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا اندازہ کئی ہزار سے زیادہ ہوگا، اردو کا ذخیرہ سو دو سو برس سے زیادہ کا نہیں اس میں بھی ٹھوس تصنیف کا عہد ۱۸۵۷ء کے پس و پیش سے شروع ہوتا ہے تاہم اس وقت تک کئی سو چھوٹی بڑی کتابیں اس موضوع پر اس میں لکھی جا چکی ہیں۔

مسلمانوں کو چھوڑو کہ ان کا تو دین و ایمان ہی اس سرکار کی عقیدت و غلامی ہے۔ دشمنوں کے کیمپ میں آؤ۔ ہندوستان میں ہندوؤں نے، سکھوں نے، عیسائیوں نے برہمو سماج نے آپ کی سیرتیں لکھی ہیں یورپ میں جس کو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت نہیں وہاں بھی مشنری کی خدمت کے لئے یا علمی ذوق یا تاریخ عالم کی تکمیل کے لئے لائف آف محمدؐ پر کتابیں لکھی گئیں۔ آج سے غالباً ۳۲، ۳۳ برس پہلے دمشق کے ایک علمی رسالہ المقتبس میں شمار چھپا تھا کہ اس وقت تک یورپ کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام کے متعلق تیرہ سو کتابیں لکھی جا چکی ہیں اس کے بعد اس عہد کی اور کتابوں کو ملاؤ تو یہ شمار کہاں تک پہنچے گا۔ انگریزی زبان میں پروفیسر مارگلیس (جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کا پروفیسر ہے) کی کتاب محمدؐ سے (جو ۱۹۰۵ء میں ہیروز آف دی نیشن کے (HERES OF THE NATION) سلسلہ میں چھپی ہے) زیادہ کوئی کتاب زہریلی سیرت نبویؐ پر انگریزی میں نہیں لکھی گئی اس میں اس شخص نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہنچا کر اس کو بگاڑ کر دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ تاہم وہ اپنے مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا محمدؐ کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جان ڈیون پورٹ صاحب نے سنہ ۱۸۷۰ء میں انگریزی میں سب سے زیادہ ہمدردانہ کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن (APOLOGY FOR MOHAMMAD AND THE QURAN) لکھی ہے اس کتاب کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام مصنفین اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمدؐ کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ فیلو آف ٹرنٹی کالج اوکسفورڈ نے سنہ ۱۸۷۴ء میں محمد اور محمڈنزم نے نام سے رائل انسٹیٹیوشن آف گریٹ برٹین میں جو لکچر دیئے تھے جو کتاب کی صورت میں چھپے ہیں اس میں ریورنڈ موصوف نے نہایت خوبی سے کہا ہے — "جو کچھ عام طور سے مذہب کی (ابتدا) نامعلوم ہونے کی نسبت صحیح ہے وہ بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے۔ جن کو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہیں۔ ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم اور ان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں شاید زیادہ جانتے ہیں جو ہم نے اس سے کم جانتے ہیں۔ جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں موسیٰؑ اور بدھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں جو ہم ایرویں اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں۔ ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے۔ جس سے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا ہو۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے اور آئیڈیل لائف (Ideal life) جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصہ ہے جو ہم جانتے ہی نہیں، ہم مسیحؑ کی ماں، مسیحؑ کی خانگی زندگی ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات۔ ان کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے —

لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے ہم تاریخ رکھتے ہیں ہم محمدؐ کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں۔ میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جا سکتے ہیں کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔ صفحہ ۱۴، ۱۵، ۱۸۸۹ء

آنحضرتؐ کی سیرت کے بیان میں مسلمانوں نے ہزاروں، لاکھوں کتابیں لکھیں اور لکھ رہے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کتاب دوسرے انبیاء کی سیرتوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف، زیادہ معتبر اور زیادہ تاریخی ہے۔ سیرت و اخبار نبوی کی ابتدائی کتابیں ہر مصنف نے سینکڑوں اور ہزاروں اشخاص سے سنکر اور پڑھ کر اور ان کا ہر ایک حرف سمجھ کر دوسروں تک پہنچائیں۔ حدیث کی پہلی کتاب مؤطا کو اس کے مصنف امام مالکؒ سے ۶۰۰ آدمیوں نے سنا جن میں سلاطین زمانہ، علماء فقہا و حکماء ادبا اور صوفیاں ہر طبقہ کے آدمی تھے۔ امام بخاریؒ کی تصنیف جامع صحیح کو صرف ان کے ایک شاگرد فربری سے ساٹھ ہزار آدمیوں نے سنا اس احتیاط، اس اسناد اور اس اہتمام سے بتاؤ کس شارع یا بانی دین کی سیرت و اخبار کا مجموعہ مرتب ہوا اور یہ تاریخیت محمد رسول اللہ کے سوا اور کس کے حصہ میں آئی ؟—

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

نوٹ

(۱) خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرمائیں
(۲) پرچہ بر وقت نہ ملنے کی اطلاع فوراً دیں تا کہ دوبارہ بھجوا یا جائے (منیجر)

امام اعظم امام ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادی

راس المصنفین حضرت مولانا سید امین الحق صاحب شیخوپورہ

(قسط نمبر ۹)

میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن حضرات نے طاعات اور ترک معاصی کو اصل ایمان سے نہیں بنایا ہے ایسے حضرات کو ان صلحائے امت نے مرجئیت کے نام سے یاد کیا ہے جیسے کہ امام شہرستانی کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے حسن ابن محمد ابن علیؓ نے ارجاء کی بات کہی ہے جیسے مرجئہ یونسیہ اور مرجئہ عبیدیہ نے ایمان سے اعمال کو موخر کیا ہے حضرت حسن نے ان کی طرح عمل کو ایمان سے موخر نہیں کیا ہے۔ بلکہ حضرت حسن نے یہ فرمایا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ مومن رہتا ہے اس لئے کہ طاعات اور ترک معاصی اصل ایمان سے نہیں ہیں کہ ان کے زوال سے ایمان کا زوال ہو جائے (کتاب الملل ص ۱۰۶ ج ۱)

حضرت حسنؓ نے خوارج اور معتزلہ کے خلاف اعمال کے ایمان سے اصل رکن ہونے کا انکار کیا تھا۔ اس لئے حضرت حسن کو مرجئہ کہا گیا ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو جن حضرات نے ارجاء کے الزام سے یاد کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب ایمان سے اعمال کے اصل رکن ہونے کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ ارجاء دو قسم کی ہے۔ ایک ارجاء وہ ہے جس کے قائل ہونے سے اس کا قائل اہل سنت سے باہر ہوتا ہے اور دوسرا ارجاء وہ ہے جس کا قائل اہل سنت سے باہر نہیں ہوتا ہے اور جس ارجاء سے اس کا قائل اہل سنت سے باہر نہیں ہوتا وہ یہ اعتقاد ہے کہ عمل ایمان کا رکن نہیں ہے اور عمل پر ثواب وعقاب جزا وسزا ہوتا ہے۔ اور ارجاء میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعین فرماتے تھے کہ ثواب و عقاب کا ترتب عمل پر ہوتا ہے اور جس نے بھی اس کے مخالف کہا وہ گمراہ اور مبتدع ہے لیکن یہ دوسرا مسئلہ کہ عمل ایمان کا رکن جز ہے یا نہیں ہے ان مسائل میں نہیں ہے جن میں سلف کا اجماع ظاہر ہوا ہے بلکہ اس مسئلہ میں دلائل ایک دوسرے کے متعارض موجود ہیں امام ابوحنیفہؒ اس ارجاء کے قائل ہیں جس کا صحابہ اور تابعین کو اعتقاد تھا۔ ہاں امام ابوحنیفہ کی ایسے لوگوں نے بھی فروع میں تقلید کی ہے۔ جن کو اصول اعتقادیہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اتفاق نہیں تھا جیسے جبائی ابی ہاشم زمخشری اور بعض مرجئہ اس لئے ایسے لوگ اہل سنت سے باہر ہیں اور شیخ جیلانی قدس اللہ سرہ نے ایسے حنفیوں کا گمراہ فرقہ مرجئہ میں ذکر کیا ہے۔ جن کے اصول اعتقادیہ امام صاحب کے مخالف ہیں اور فروع میں امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں۔ تفہیمات ص ۲۷ ج ۲۸

ان حضرات علماء کی تمام مذکورہ تحریروں۔۔۔ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین بھی مرجئہ اہل سنت تھے اور امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔ بہت سے اہل علم وائمہ حدیث ایسے گزرے ہیں کہ جن کو اہل سنت والجماعت کے ساتھ۔۔۔۔ اصول اعتقادیہ میں اتفاق تھا مگر اصحاب کبائر کو کافر نہیں کہتے ہیں اور نہ ان کو ہمیشہ کے لئے دوزخی بناتے ہیں اور نہ مرجئہ کی طرح نیک اور بد اعمال کے جزا اور سزا کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان کو مرجئہ کہا گیا ہے ——

اہل سنت والجماعۃ کے ائمہ حدیث کو بھی مرجئہ کہا گیا ہے امام شہرستانی کہتے ہیں۔ حسن ابن محمد ابن علی ابن ابی طالب، سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمر بن مرہ محارب ابن دثار مقاتل ابن سلیمان، ذر وعمرو بن ذرو، حماد ابن ابی سلیمان ابوحنیفہؒ ابویوسفؒ، محمد بن الحسن قدید بن جعفر یہ سب ائمہ حدیث ہیں اور اصحاب کبائر کو کافر نہیں کہتے ہیں جیسے خوارج اور قدریہ نے کہا ہے۔ (کتاب الملل ص ۱۴۴)

شہرستانی کی مراد یہ ہے کہ آئمہ حدیث کے اس جم غفیر کو مرجئہ کہا گیا مگر ان کے اصول واعتقادیہ خوارج اور مرجئہ بدعت کی طرح نہیں ہیں نہ اصحاب کبائر کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور نہ عاصی کو دوزخ کے عذاب سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور یہ کہ صرف امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ نہیں کہا گیا ہے بلکہ امام صاحب کی طرح مذکورہ ائمہ حدیث کو بھی مرجئہ کہا گیا ہے ذہبی مصر بن کدام کے ترجمہ میں تذکرہ میں کہتے ہیں۔ مصر بن کدام مرجئی تھے سفیان اور حسن بن صالح اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہوتے ہیں اور ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں۔ مصر حدیث میں امام اور حجت ہیں اور سلیمان کا یہ کہنا کہ مصر حماد ابن ابی سلیمان امام ابوحنیفہؒ، عمرو بن مرہ عبد العزیز بن ابی رواد ابو معاویہ عمرو بن ذرو اور اس قسم کے بہت حضرات اکابر جن کا ذکر سلیمان نے کیا ہے مرجئہ ہیں۔ قابل اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ ارجاء علماء کی ایک بڑی جماعت کا مذہب ہے اور اس قسم کے ارجاء کے قائل پر حملہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ میزان الاعتدال ص ۱۹۳ ج ۳

ذہبیؒ کی مراد یہ ہے کہ یہ حضرات ائمہ حدیث جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں۔ اہلسنت کے امام اور امت میں بڑے ہیں اور ارجاء کے الزام سے ان پر حملہ نہیں کرنا چاہتے اس لئے کہ ان حضرات ائمہ میں جو ارجاء ہے وہ عیب اور بدعت نہیں ہے۔ ارجاء بدعت کے الزام سے ان حضرات کے نیک نام کو بدنام نہ کرو۔ حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں حسن ابن محمد ابن علی ابن ابی طالب کے ترجمہ میں کہتے ہیں۔ مصعب الزبیریؒ مغیرہ بن مقسم عثمان ابن ابراہیم ابن سعدؒ ایوب نرذوان میسرہ نے کہا ہے۔ کہ اہل مدینہ میں سب سے پہلے حسن بن محمد نے ارجاء میں کلام کیا ہے۔ مگر اس ارجاء کو اہل سنت نے عیب نہیں جانا ہے اہل سنت ارجاء بدعت کو عیب سمجھتے ہیں میں نے حضرت حسن کی کتاب کو جس کو عبد الواحد ابن الحسن نے روایت کیا ہے اور ابن ابی عمر العدنی نے اپنی کتاب میں کتاب الایمان کے آخیر میں تخریج کیا ہے پڑھا ہے اس میں حضرت حسن نے کتاب وسنت کی اتباع کی وصیت کی ہے اور اپنے اعتقاد کے ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے ہم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو دوست رکھتے ہیں اور ان کی حمایت میں اپنی قوت کو صرف کرتے ہیں اس لئے کہ امت مرحومہ میں ان دونوں کے بارے میں لڑائی نہیں ہوئی۔ اور امت مرحومہ کو ان کے متعلق کوئی شک نہیں پڑا اور ان کے بعد لوگوں میں فتنہ پڑا اور خانہ جنگی ہوئی اور ان لوگوں کا معاملہ ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں حضرت حسن نے جس قسم کے ارجاء کا اقرار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں میں جو اس فتنہ میں خانہ جنگی میں لڑے ہیں ان دونوں فریقوں میں کسی ایک فریق کے حق میں یہ حکم نہیں لگاتے کہ ان میں کون فریق حق پر ہے اور کون فریق خطا پر ہے حضرت حسن کا ارجاء یہ تھا۔ کہ دونوں گروہوں کا معاملہ آخرت پر چھوڑ دیا جائے اور اسی ارجاء کی نسبت سے لوگوں نے حضرت حسن کو مرجئی کہا ہے اور اس ارجاء کے اقرار اور پسند کرنے پر حضرت حسن کو کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا ہے) اس تفصیل سے غرض یہ ہے کہ مرجئہ بدعت صرف ایک فرقہ ہے اور اس کی بارہ شاخیں ہیں اور اس فرقہ کے اصول اعتقادیہ اہل سنت والجماعت کے اصول اعتقادیہ کے مخالف ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے حدیث وفقہ کو کسی نے اس لئے مرجئی کہا کہ عہد عثمانی کے اخیر میں جو فتنہ اٹھا تھا اس میں کسی ایک فریق کے خلاف اور موافق فیصلہ دینے سے وہ خاموش رہے ہیں اور کسی نے اس لئے ائمہ حدیث وفقہ کو ارجاء کا الزام دیا ہے کہ ان حضرات نے ایمان سے عمل اصل رکن کا انکار کیا تھا اور کسی نے اس لئے ائمہ حدیث وفقہ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے کہ ان حضرات نے

خوارج اور معتزلہ کی طرح عاصی کے بارہ میں یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ عاصی ہمیشہ کے لئے دوزخی ہیں اور کسی نے اس لئے ان حضرات کو مرجئہ کہا ہے کہ ان حضرات ائمہ کو ان کے اصول اعتقادیہ سے اتفاق نہیں تھا اور ان حضرات ائمہ کو مخالف کی حیثیت سے مرجئی بتایا۔ یہ تمام حضرات ائمہ اہل سنت ہیں اور حدیث اور فقہ کے امام ہیں۔ مگر لوگوں نے مختلف فکر و نظر سے ان کو ارجاء کے نام سے یاد کیا ہے اور درحقیقت ان تمام حضرات ائمہ کا دامن ارجاء یا بدعت کے داغ سے پاک ہے۔ اور ان حضرات ائمہ حدیث اور فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کو بعضے عقلمندوں نے خصوصیت کے ساتھ ارجاء بدعت کے طعن کا نشانہ بنانا چاہا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رح کے بارہ میں بعضے حفاظ حدیث کی ان تصریحات کو یہاں نقل کر دوں جن سے آپ یہ سمجھ لیں کہ امت مسلمہ کے اہل علم اور حفاظ حدیث امام ابوحنیفہ رح کو اہل سنت والجماعت کے امام کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے تھے

امام ابوحنیفہؒ اہلسنت کے امام ہیں

حافظ ابن تیمیہ رح اس اعتقاد کا کہ اللہ تعالےٰ جسم ہے اور اس کا طول اور عرض اور عمق ہے اور اس کا مصافحہ کرنا جائز ہے۔ اور صالحین من المسلمین دنیا میں اس کا معانقہ کریں گے۔ اہل سنت والجماعت سے دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ مقالات ان حضرات سے جو اہل سنت والجماعت کے مسلک میں معروف ہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان حضرات ائمہ اہل سنت والجماعت کے اصحاب میں نہ اہل حدیث میں اور نہ اہل رائے میں کسی صاحب سے بھی ثابت نہیں ہے۔ حافظؒ لکھتے ہیں ان میں شک نہیں کہ اہل سنت والجماعت والحدیث امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ امام احمدؒ وغیرہ۔ حضرات کے اصحاب کو اتفاق ہے کہ اللہ تعالےٰ مماثلات خلق سے پاک ہے

منہاج السنۃ ص۲۴۱ ج اول

حافظؒ لکھتے ہیں۔ صحابہ رضؓ تابعینؒ اور دین کی امامت میں جو ائمہ اسلام معروف ہیں۔ جیسا امام مالکؒ امام ثوریؒ امام اوزاعیؒ امام لیث ابن سعدؒ امام احمدؒ، امام اسحاق امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور ان کے امثال دوسرے حضرات اور تمام اہل سنت والحدیث اور تمام وہ حضرات جو اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب ہیں اللہ تعالیٰ کی رویت پر سب کو اتفاق ہے۔

منہاج السنۃ ص۲۱۵ ج۲

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد اور اس کی تفسیر کا تقاضا یہ ہے کہ فرقہ امامیہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت سے باہر ہے اس لئے کہ فرقہ امامیہ اہل سنت والجماعت کے ائمہ کی جیسے ابی بکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور اہل سنت والجماعت کے علماء اور عباد کی جیسا امام مالکؒ ثوریؒ اوزاعیؒ لیث ابن سعد ابی حنیفہؒ شافعیؒ احمدؒ اسحاقؒ ابی عبیدؒ ابراہیم ابن ادھمؒ، فضیل ابن عیاضؒ ابا سلیمان دارانیؒ معروف کرخیؒ اور ان حضرات کے امثال کی تکفیر اور تفسیق کرتے ہیں۔

منہاج السنۃ ص۱۰۴ ج۲

حافظ ابن تیمیہؒ کی ان تصریحات میں اہلسنت والجماعت کے اماموں اور علماء کی فہرست میں امام ابوحنیفہؒ کا نام نامی مذکور ہوتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے حفاظ حدیث کو اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔ حافظ عبدالعزیز ابن [illegible]داد فرماتے ہیں جس نے ابوحنیفہ رح کے ساتھ محبت کی ہے وہ سنی ہے اور جس نے ابوحنیفہ سے بغض کیا وہ بدعتی ہے اور فرمایا ہم میں اور دوسرے لوگوں میں امام ابوحنیفہؒ سے فرق پڑتا ہے۔ جس نے ابوحنیفہؒ سے محبت کی ہے اور ابوحنیفہؒ کو دوست رکھا ہے تو ہم کو اہل سنت سمجھتے ہیں۔ اور جس نے ابوحنیفہؒ سے بغض کیا تو ہم اس کو اہل بدعت سمجھتے ہیں۔ ابراہیم ابن معاویہؒ فرماتے ہیں جو بھی اہل سنت میں پورا شامل ہوا ہے اس نے امام ابوحنیفہ رح سے محبت کی ہے خلف ابن ایوبؒ فرماتے ہیں۔ حضورؐ سے صحابہؓ کو علم ملا ہے اور صحابہؓ سے تابعینؒ کو علم ملا ہے اور تابعینؒ سے ابوحنیفہؒ کو اور ابوحنیفہؒ کے اصحاب کو علم ملا ہے جو چاہے راضی رہے اور جو چاہے تکلیف اٹھائے　　(خیرات الحسان ص۳۲)

مسعر ابن کدامؒ فرماتے ہیں۔ جس نے اپنے اللہ کے درمیان امام ابوحنیفہ رح کو امام گردانا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس پر ڈر نہ ہوگا اور اس نے اپنے معاملہ میں احتیاط کرنے میں کوتاہی نہیں کی　　(الجواہر المضیہ ص۲۸)

اہل سنت کے معروف ائمہ حدیث اور امت کے معتمد علماء کی یہ شہادت ہے کہ امام ابوحنیفہ رح اہل سنت والجماعت کے امام ہیں اور اصول اعتقادیہ میں امام ابوحنیفہ رح کی موافقت اہل سنت میں داخل ہونے کے لئے راہ اور معیار ہے۔ بعضے عقلمند امام ابوحنیفہ رح اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں۔ کہ اجتہاد اور اہل اجتہاد کی تقلید بدعت ہے اور ان کی تقلید کو بدعت کہتے ہیں۔ لیکن ان نادانوں نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ ائمہ مجتہدین کیا کہتے ہیں اور حدیث کے ائمہ مجتہدین کی تقلید کے بارہ میں کیا لکھتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ فقہائے اربعہ امام ابوحنیفہ رح امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے اور نہ ان میں سے کسی ایک نے بھی اپنی تقلید پر مجبور کیا ہے بلکہ ان حضرات فقہاء نے کتاب وسنت کے اتباع کی طرف لوگوں کو بلایا ہے اور لوگوں نے اپنی عقیدت اور حسن ظنی سے ان میں سے کسی صاحب کی تقلید کی ہے　　(منہاج السنۃ ص۹۱ ج۲)

حافظ کی مراد یہ ہے کہ یہ حضرات فقہاء لوگوں کو صرف کتاب اور سنت کی دعوت دیتے ہیں اور جن مسائل کے لئے کتاب اور سنت میں صاف اور صریح حکم مذکور نہیں ہوتا ہے۔ ان مسائل کے لئے کتاب اور سنت کے نصوص میں اپنے فکر و نظر کی مدد سے کوئی مناسب حکم تلاش کرتے اور ظاہر فرماتے ہیں۔ اگرچہ اس حکم کو ظاہری سطح پر لوگ مجتہدین کی شخصی رائے سمجھتے ہیں مگر درحقیقت وہ مجتہد کی رائے اور بصیرت میں کتاب اور سنت سے ماخوذ اور لیا ہوا حکم ہے اور ایسے حکم کی تقلید درحقیقت کتاب اور سنت کے نصوص کے مفہوم کی اطاعت ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں جس نے اہل اجتہاد کے اجتہاد کی راہنمائی کے بغیر یا اہل اجتہاد کی تقلید کے بغیر دین میں کوئی نئی بات کہی ہے تو ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ ہدایت یافتہ نہیں ہیں ——

(تلخیص کتاب الاستغاثہ المعروف بالرد علی البکری ص۲۸)

حافظؒ کی مراد یہ ہے کہ اہل اجتہاد اگر اپنی اجتہادی بصیرت سے دین میں ایسا مسئلہ اور معنے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ معنی اور مسئلہ کتاب وسنت کے کسی نص میں صریح اور ظاہر نہیں ہے یا اہل اجتہاد کی تقلید میں مقلدین ایسا عمل کرتے ہیں یا ایسا معنی بیان کرتے ہیں جو کسی نص میں صریح مذکور نہیں ہے تو یہ گمراہی اور بدعت نہیں ہے۔ بلکہ وہ کتاب وسنت کا مفہوم ہے۔ جو اہل اجتہاد کی بصیرت میں روشن ہوتا ہے اور کتاب وسنت کے ایسے مفہوم کی اطاعت ہے جو ارباب اجتہاد کی مجتہدانہ بصیرت میں کتاب وسنت کے نصوص سے ظاہر ہوگیا ہے۔ غرض یہ کہ اہل ھویٰ کا اکثر طعن وتشنیع ان کی کم فہمی کی وجہ سے اور کتاب وسنت میں بے سوادی اور امت مسلمہ کے اہل علم حضرات کے ساتھ سوء ظن کے وبال سے پیدا ہوتا ہے جن صاحبوں کو قساوت قلبی اور بداعتقادی کی بیماری ہوتی ہے تو ایسے ہوٰی پرست ہمیشہ اہل علم اور اہل اللہ کے خلاف زبان درازیاں کرتے ہیں۔

جن حضرات نے چمنستان ہدایت کے گل شگفتہ اور گلستان عرفان کے سرو زینت مولانا ومولی العلماء رأس الاتقیاء امام الاصفیاء حضرت مولانا شیخ التفسیر قدس اللہ سرہٗ کو قریب سے دیکھا ہے۔ وہ حضرات خوب جانتے ہیں کہ کتاب وسنت کی اتباع کا بے پناہ جذبہ طہارت پاکیزگی اخلاص اور زہد آپ کی سیرت اور خدا کی مخلوق کی اصلاح اور ہدایت میں شب وروز

باقی ص۱۸

علمی سوالات اور اُن کے جوابات

از مولانا محمد سمیع الحق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

> نوٹ :- ادارہ خدام الدین کے نام جو سوالات آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے جوابات حسب ذیل ہیں۔ ---------- (ادارہ)

سوال ۱ :- رمضان المبارک کے آخری ماہ میں قضاء عمری پڑھنی کیسی ہے آیا کوئی روایت و حدیث اس کے متعلق شرع میں آئی ہے اور اگر نہیں تو جو مولوی پڑھائے اور جواز کا فتویٰ دے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے

سوال ۲ :- مردہ کے پیچھے ختم قرآن پڑھکر پیسے لے اور کھانا کھائے اور جمعرات کے دن کھانا کھلائے اور قبریں پختہ بنائے اور قبر پر مسجد بنائے اور مردہ میت کے گھر میں پہلے دن کھانا کھائے اور اگر کوئی اس کے خلاف بات کرے تو بُرا جانے تو کیا ایسے مولوی کی تعظیم کرنی کیسی ہے ———

از جناب محمد اسحاق ضلع کیمل پور علاقہ چھچھ

الجواب :- مروجہ قضاء عمری کا ذکر قرآن و سنت میں کہیں بھی نہیں بلا ثبوت جو طریقہ رائج کیا جائے وہ بدعت ہے اور اس کے ارتکاب کرنے والے بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جو لوگ بعض کتابوں سے اس کے حوالے دیتے ہیں وہ غیر معتبر اور نا قابل فتویٰ ہیں

(۲) قبروں کو پختہ کرنا اور اس پر مسجد بنانا از روئے شرع بدعت و ممنوع ہے

(۳) مجرد قرآن خوانی پر روٹی کھانا یا کچھ رقم لینا اس میں فقہاء مختلف ہیں۔ لیکن دلائل کی رو سے راجح اور قوی یہی ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ خواہ بصورت اُجرت ہو یا بطریق صلہ، ہاں اگر محض بقصد ایصال ثواب میت قرآن خوانی بلا اُجرت کی جائے تو جائز اور مشروع ہے۔

۴- مردہ کے گھر سے ضیافت کی صورت میں کھانا ممنوع ہے۔ خواہ ایک دن ہو یا تین دن یا اس سے زیادہ۔ دیکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت اور اگر صدقہ کی غرض سے ہو تو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ ان کے بغیر جائز نہیں۔ شرائط حسب ذیل ہیں (۱) مال حلال ہو کسی نابالغ یتیم یا غائب وارث یا کمزور اور غریب وارث کی حق تلفی اس میں نہ ہو — (ب) خارجی منکرات و امور غیر شرعیہ کا ارتکاب اس میں نہ ہو (ج) نیت ایصال ثواب ہو نہ ریا و نمود۔ (د) رسم و رواج کی پابندی کا خیال اس میں نہ ہو (ھ) فقراء ہی کو یہ صدقہ دیا گیا ہو نہ کہ اغنیاء کو (و) اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ خاص ایام میں یہ صدقہ کا ثواب ہے اور دیگر ایام میں نہیں اگر ان شرائط میں سے ایک بھی مفقود ہو تو جائز نہیں ہے۔ جو مولوی یا امام امور مذکورہ کی ترویج میں کوشاں ہے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیئے۔

سوال :- سایۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک تھا یا نہیں بعض حضرات کہتے ہیں۔

کہ محدث ابن سبع اور امام ترمذی نے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں تھا؟

(۲) یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا گیا ہے اس لئے نور ہونے کی وجہ سے سایہ نہیں تھا اگر کوئی حدیث ہے تو براہ کرم خدام الدین میں شائع فرمائیں والسلام

المستفتی - حافظ منور حسین ضیاء
ایجنٹس نفیس سلائی مشین .... صادق آباد

الجواب وباللہ التوفیق - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک ہونے کے بارے میں احادیث کے معتبر اور کتب متداولہ صحاح ستہ وغیرہ میں اس مضمون کی کوئی حدیث وارد نہیں اگر سند صحیح اور نقل قوی سے یہ ثابت ہو جائے کہ بطور معجزہ حضرت فخر موجودات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضور کا سایہ نہ تھا تو کوئی مسلمان اس کے تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن نقل صحیح اس بارہ میں کوئی موجود نہیں ہاں اس بارہ میں البتہ ایک حدیث ہے جسے شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں مرسلاً نقل کیا ہے جسے حکیم ترمذی اور ابن سبع کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ ج ۶۸/۱ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند یا سورج میں حضور کا سایہ مبارک زمین پر نہیں پڑتا تھا

لیکن یہ روایت کئی وجوہات کی بنا پر غیر قوی اور غیر ثابت اور لائق اعتبار نہیں۔

(۱) اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام زندگی دھوپ اور چاندنی میں اُٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے رہے سفر و حضر میں اور دن رات میں یہ واقعات پیش آتے رہے۔ صحابہ کرام کا ایک بہت بڑا مجمع آپ کے ساتھ رہتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر نقل و حرکت آثار و حالات، کیفیات و واقعات کو محفوظ رکھتے اور پھر اُسے بیان کرتے۔ اگر یہ واقعہ واقعی معجزہ کے طور پر ثابت ہوتا تو صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس کی روایت کی ہوتی مختلف اور غیر محصور اوقات میں ظاہر ہونے والے اس واقعہ کو اکثر صحابہ نے دیکھا اور بیان کیا ہوتا اور حد تواتر کو پہنچتا۔

لیکن احادیث کے اتنے بڑے ذخیرہ میں صرف ایک حدیث اس مضمون کا ملنا صرف ایک ہی راوی سے اور پھر وہ حدیث بھی بلحاظ سند ضعیف اور مرسل اس بات کے خلاف واقعہ ہونے کی دلیل ہے

۲ — یہ حدیث مرسل ہے اور محدثین کا ایک بہت بڑا طبقہ مرسل حدیث کو حجت نہیں سمجھتا

۳ — اس حدیث کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی بالکل ضعیف اور مجروح اور نا قابل اعتبار ہے بلکہ بعض محدثین کی تصریح کے مطابق جھوٹی حدیثیں وضع کرتا تھا۔ جیسے کہ ابن مہدی، امام بخاری، امام احمد نسائی، حاکم، ابو ذرعہ کے اقوال اس کے بارہ میں کتب رجال وغیرہ میں موجود ہیں

(۴) دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید بھی مجہول الحال ہے۔ کتب متداولہ اس کے بارہ میں ساکت ہیں

بعض حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضور کو حق تعالیٰ نے قرآن میں نور فرمایا ہے تو اس قسم کا استدلال بھی بالکل قابل اعتنا نہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور کو قرآن و حدیث میں بایں معنی نور نہیں کہا گیا کہ اس عالم آب و گل اور عناصر اربعہ کی کیفیات و اثرات آپ میں نہ تھے۔ بلکہ عقلاء اور اہل علم و فہم کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد نور ہدایت و تبلیغ و ذریعہ رُشد و صلاح ہونا ہے۔ کفر و ضلالت، شرک و جہالت کے اندھیرے اس نور ہدایت کے تبلیغ و دعوت سے روشنی میں بدل گئے اس لحاظ سے دیگر انبیاء بلکہ صحف سماویہ اور قرآن مجید کو بھی نور سے تعبیر کیا گیا ہے یا صحابہؓ کو نجوم ہدایت کہا گیا ہے جس طرح عرف میں کسی کو مینار ہدایت، روشنی کا مینار کہا جائے جس کا کبھی یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ ان اشیاء میں عالم عناصر کے آثار و لوازمات معدوم ہیں۔ یا یہ چیزیں ہوا کی طرح غیر مرئی ہیں یا ان اشیاء سے چراغ اور بلب کی طرح ظاہری روشنی بھی پھیل رہی ہے بعض حضرات نے سایہ نہ ہونے کی یہ توجیہ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر فرشتوں یا رحمت کے بادلوں کا سایہ رہتا تھا۔ یہ اگر ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح و صریح روایات اس کے معارض وجود ہیں

مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں دوبارہ ہجرت بروایت عائشہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے دھوپ کی شدت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر کا سایہ کرایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تظلیل چادر کا سایہ کرانے کے بارہ میں حجۃ الوداع وغیرہ میں بھی منقول ہے ملاحظہ ہو ——— شرح مواہب للزرقانی ص ۲۵۰/۱

اس لئے یا تو سایہ نہ ہونے کی حدیث کو بمقابلہ ان روایات کے غیر ثابت قرار دیا جائے۔ اور یا یہ کہا جائے کہ پہلے ایسا ہوگا بعد میں یہ صورت نہ رہی — علامہ قسطلانی نے مواہب میں اسی صورت کو اختیار کیا ہے

باقی ص ۱۴

ارشادات مجالس ذکر از حضرت شیخ التفسیرؒ

ع — نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

(مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے لاہور)

۲۱ رجون ۱۹۴۵ء جمعرات

جسمانی اور روحانی راحت

دنیا میں ہر آدمی راحت اور آرام کا طالب ہے راحتیں دو قسم کی ہیں۔ جسمانی اور روحانی جسمانی راحت حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور تکلیف و مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے لیکن روحانی راحت کے لئے کوئی تکلیف نہیں کرنی پڑتی۔ جسمانی راحت میں اثبات ہے اور روحانی راحت میں نفی۔ مثبت میں تکلیف ہے۔ منفی میں کوئی تکلیف نہیں ہے مثلاً جسمانی راحت کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ کپڑا بزاز کی دکان سے ملتا ہے اور بزاز پیسوں سے کپڑا دیتا ہے۔ اب پیسہ کمانے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً زراعت، ملازمت، تجارت، صنعت وغیرہ اور روحانی راحت کے لئے ماسوا اللہ کی نفی کی ضرورت ہے۔ جس قدر نفی تام ہوگی۔ روحانی راحت زیادہ حاصل ہوگی۔ یہاں ہم اللہ اللہ کرنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ ایک دوسرے کی شکل کو بھی اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے۔ اگر ظہر کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو ایک دوسرے کو بھی دیکھتے اور لوگ بھی آ آ کر جھانکتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اس طرح پریشانی لاحق ہوتی۔ لیکن اب وہ پریشانی نہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ لذت حاصل کرنی ہو۔ تو پھر تہجد کا وقت، اندھیری رات اور علیحدہ کمرہ ہو جس میں اور کوئی نہ ہو۔ وہاں ذکر کرنے سے بڑا لطف آئے گا۔ اگر اس کمرے میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں تو پھر بھی انتشار پیدا ہوگا اور لطف تام حاصل نہیں ہوگا۔ غرض جس قدر ماسوا اللہ کی نفی تام ہوگی لطف تام حاصل ہوگا۔

ذکر میں لطف و سرور کا پیدا ہونا بھی ذکر کی قبولیت کی علامت ہے۔ فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ (۲ : ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یعنی ذکر کی قبولیت کے طور پر دل میں سکینت نازل کر دوں گا۔ وہ سکینت لطف و سرور کا باعث بنتی ہے۔

۲۰ رستمبر ۱۹۴۵ء جمعرات

استقامت

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ (۴۱ : ۳۰)

ترجمہ: وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر قائم رہتے ہیں۔ اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اسی جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

استقامت حاصل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کا نام بکثرت لیا جائے۔ اللہ کے نام میں برکت یہ ہے۔ کہ عبادت کی توفیق ملتی ہے۔ اس میں لذت آتی ہے۔ استغنا عن الخلق حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسا بیش قیمت موتی ہے کہ بادشاہوں کے تاج اس پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سجھ دے سمجھ بھی اللہ کا فضل ہے

فرائض جڑ ہیں۔ ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر جڑ نہ ہو تو درخت اور اس کا تنا، ٹہنیاں، پھول اور پھل قائم نہیں رہ سکتے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ضروری ہیں ان کے بغیر اسلام نہیں کہتے ہیں غلام ہندوستان میں نماز کی ضرورت نہیں۔ جب ہندوستان آزاد ہوگا تب نمازیں پڑھیں گے۔ شیطان بھی کتنا خرانٹ ہے کہ اس نے کیسا نظریہ انہیں دیا۔ غلبہ اسلام کا بڑا درد ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام کو غالب کرنا ہی مسلمان کا مقصد ہے۔ لیکن نماز چھوڑ کر نہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی غلبہ اسلام کا بڑا درد تھا کیا آپ نے بھی نمازیں چھوڑ دی تھیں۔ وہ اسلام ہی کیسا ہے۔ جس میں فرائض ترک کر دیئے جائیں۔ کیا جڑ کے بغیر درخت زندہ رہ سکتا ہے۔۔ فرائض ادا کئے جائیں اور اللہ کا نام ہر وقت لیا جائے پھر اس کے علاوہ جتنی توفیق ہو۔ عمل کیا جائے۔ ہر ایک کا دائرہ عمل مختلف ہوگا۔ اور اسی کے مطابق اس کا امتحان ہوگا۔ سب کو ایک ہی پیمانہ سے نہیں ناپا جا سکتا اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ (الحدیث) عمل کرو۔ ہر ایک کے لئے وہ عمل آسان کیا گیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

عمل کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو چودھویں صدی سے پندرھویں صدی میں پہنچانا ہے۔ جو آدمی جس طرح بھی اس مقصد میں حصہ لے سکتا ہے۔ ضرور لے۔ چنانچہ کوئی علم پڑھاتا ہے۔ کوئی دولت صرف کرتا ہے۔ کوئی سیاسی کام کرتا ہے۔

انسانیت کا سبق قرآن سے اور اللہ والوں کی صحبت میں ملتا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں اس کا تلاش کرنا ہی بے سود ہے۔ مدارس عربیہ میں بھی یہ چیز حاصل نہیں ہوتی بڑے بڑے عالم ہیں۔ مگر انسانیت نہیں ہے دکان میں ہر شے ہوتی ہے۔ جو شخص جو چیز لینے آئے گا اُسے وہی ملے گی۔ دکان میں عنبر بھی ہے۔ لیکن گاہک دو پیسے کا گڑ ہی لیتا ہے۔ اسی طرح مدارس عربیہ میں کتاب و سنت ہے اور کتاب و سنت میں سب کچھ ہے۔ لیکن جو انسانیت کا سبق نہ لینا چاہے اُسے نہیں ملے گا۔

بیعت کا مطلب یہی ہے کہ کوئی ہمیں اپنا بنائے اور ہمارا خیال رکھے۔ مریض جس حکیم کے زیر علاج ہوتا ہے۔ وہی اس کی مرض کا خیال رکھتا ہے۔ ایک دوست سارے ہندوستان کا چکر لگا کر آئے اور مجھے کہا کہ میں اکثر بزرگوں کی خدمت میں گیا۔ لیکن کہیں لطف نہیں آیا میں نے کہا کہ تم نے کسی کو اپنا نہیں بنایا۔ اس لئے تمہیں بھی کسی نے اپنا نہیں بنایا۔ ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے۔ دوسرا خواہ روتا روتا مر جائے۔ اُسے دودھ نہیں دیتی۔

۲۷ رستمبر ۱۹۴۵ء جمعرات

قسوت قلبی

روحانی بیماریاں ویسے ہی بے شمار ہیں۔ جیسے جسمانی بیماریاں۔ جیسے جسمانی بیماریوں کی کوئی حد نہیں ویسے روحانی بیماریوں کی بھی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے جسمانی بیماریوں کے علاج پیدا کئے ہیں۔ اسی طرح روحانی بیماریوں کے علاج پیدا کئے ہیں۔ لیکن جیسے بعض جسمانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں۔ ویسے ہی بعض روحانی بیماریاں مہلک ہوتی ہیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں۔ دق اور سل کا علاج کسی حکیم و ڈاکٹر کے پاس نہیں۔ خدا کی قدرت ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (۲ : ۲۵۵) اللہ تعالیٰ نے جس قدر علم دیا ہے اتنا تو جانتے ہیں۔ لیکن جو علم نہیں دیا وہ نہیں جانتے۔

روحانی مہلک بیماریوں میں سے ایک بیماری قسوت قلبی ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲ : ۷۴) یہ دیندار اور اہل علم یہود کا حال ہے۔ کہ دل سخت ہو گئے ہیں دوسری جگہ فرمایا۔ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (۳۹ : ۲۲) سخت دل والوں کے لئے ہلاکت ہے

قسوت قلبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں دیکھی جائیں۔ اور دل میں کوئی اثر نہ آئے مثلاً عزیز کو دفن کر کے آئے۔ اور آ کر نان حلوہ کھا لیا — دیگیں پکنی شروع ہو گئیں۔ تین دن رسمی سوگ کر لیا۔ اور پھر ویسے کے ویسے۔ وہی ہنسنا اور کھیلنا کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ جیسے پہلے غافل تھے ویسے اب۔ نہ پہلے مسجد میں آتے تھے نہ اب۔ یہ نہیں سوچتے کہ مرنے والا زبانِ حال سے کیا کہہ کر گیا ہے، کہ یہ کرسیاں، کوچ، ڈریسٹ، جنہیں میں استعمال کیا کرتا تھا۔ اب چھوڑے جا رہا ہوں۔ اسی طرح ایک دن تم بھی ان کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے۔

قبرستان میں جاتے ہیں، تو کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ وہاں جاکر دعا پڑھی جاتی ہے۔ کہ تم پہلے آگئے ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

غرض اس طرح کے کئی واقعات ہوتے ہیں کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ جو پہلے صحیح اور تندرست تھا۔ اب کسی بیماری کے باعث چلنے پھرنے سے عاجز ہوگیا ہے اُسے دیکھ کر دل میں ذرا اثر نہیں آتا۔ کوئی خوش حال تھا لیکن اب بدحال ہوگیا ہے۔ کیا پتہ کہ ہمارے ساتھ بھی ویسے ہی ہو جائے اس لئے ڈرنا چاہیئے اور اپنا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ لیکن قسوت قلبی یہ ہے کہ ان سے بالکل دل میں اثر پیدا نہ ہو۔ دل پتھر ہو۔ بلکہ پتھر سے بھی سخت۔

قسوت قلبی کے بالمقابل رقت قلبی ہے۔ رقت قلبی ذکر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور رقت قلبی سے خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ رقت قلبی ہو۔ تو پھر کنوئیں کی آواز پر بھی رونا آتا ہے ؎

آناں کہ بہ دلاں پرستی کنند
بہ آواز دولاب مستی کنند

بانسری بجے۔ تو وہ خوش نہیں ہوتے بلکہ اس کا رونا سمجھ کر خود بھی روتے ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائیہا شکایت می کند

وہ رو رہی ہے۔ کہ جنگل سے اپنی اصل سے کٹ گئی۔ اور اس جدائی میں رو رہی ہے۔ جب کوئی چیز اپنی اصل سے وابستہ رہے تو زندہ رہتی ہے۔ ورنہ مرجاتی ہے۔ اے انسان! تو بھی اگر اصل سے کٹ چکا ہے۔ تو زندہ نہیں ہے۔

جس طرح دق کے مدارج ہوتے ہیں۔ پہلے اور دوسرے درجے میں علاج ہوسکتا ہے لیکن تیسرے درجے میں علاج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قسوت کے بھی کئی درجے ہیں۔ اگر پہلے درجے میں ہو۔ تو علاج ذکر الٰہی سے ہوسکتا ہے۔ اگر تیسرے درجے میں ہو۔ تو پھر اس کا علاج کوئی نہیں۔ اس کے لئے جہنم ہوگا فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ (۳۹ : ۲۲)

ذکر الٰہی بھی سیکھنے سے آتا ہے اس کے لئے کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرنے کی ضرورت ہے لیکن تعلق قائم کرنے کے بعد اگر طالب بے اعتنائی برتے گا۔ تب بھی کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔ حکیم سے علاج شروع کرنے کے بعد مریض کو خود حکیم کے پاس آنا ہو گا۔ اور خیال سے علاج کرانا ہوگا۔ اگر مریض آج پشاور چلا جائے۔ کل دہلی چلا جائے۔ تو حکیم دوائیوں کی صندوقچی اٹھا کر اس کے پیچھے نہیں جائے گا، اگر تم اللہ والوں سے بے پرواہ ہو۔ تو وہ تم سے کئی گنا مستغنی ہیں

---

۱۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء جمعرات

طبیعت اور شریعت:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ طبیعت کو شریعت کے تابع رہ کر چلنے کی توفیق دے جسے یہ نعمت مل جائے اُس پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔ ورنہ بڑا مشکل ہے۔ طبیعت شریعت کے تابع رہ کر چلنے سے ابا کرتی ہے۔ جن باتوں کو طبیعت مان لیتی ہے اُن پر تو عمل کر لیتی ہے لیکن جنہیں نہیں مانتی۔ ان کا انکار کر دیتی ہے۔ کسی چیز کو مان لیا۔ کسی کا انکار کر دیا۔ یہ دورنگی ہے۔ اور بہت بڑی بیماری ہے جس میں عام لوگ گرفتار ہیں۔ اور یہ ایسی مہلک بیماری ہے . . . .

. . . . کہ مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اس کا علاج اللہ کا بکثرت ذکر اور دوازہ الٰہیہ پر تعلے میں ہے۔ اس طرح طبیعت شریعت کے تابع رہ کر چلنے کے لئے آمادہ ہو جائے گی۔ علاج تو یہی ہے لیکن فائدہ کوئی اٹھاتا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے ان کی صحبت سے کوئی کم رنگ لیتا ہے کوئی زیادہ۔

اس مرض کا پتہ تصادم کے وقت لگتا ہے حقوق اللہ ادا کرنے میں طبیعت اتنی مانع نہیں ہوتی۔ جتنی حقوق العباد ادا کرنے میں یہاں اکثر دیندار فیل ہو جاتے ہیں۔ نماز پڑھ لیں گے، روزے رکھ لیں گے۔ زکوٰۃ دے لیں گے اور حج بھی کر لیں گے۔ لیکن جس سے ناراض ہوگئے ہیں اس سے بولنا تک نہیں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ ذرا سوچیئے اور اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیئے اور جن سے ناراض ہیں انہیں فوراً منولیجئے حَاسِبُوا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا (الحدیث) اپنا حساب خود لے لو۔ اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے، ایسے مسلمانوں کی مثال فالج زدہ انسان کی طرح ہے جس کا آدھا جسم بیکار ہے۔ نہ زندوں میں نہ مردوں میں۔ جنت فالج زدہ لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ جنت تندرستوں کے لئے ہے۔ حکومت باغات تندرستوں کی سیر و تفریح کے لئے بناتی ہے۔ بیماروں کے لئے میو ہسپتال ہے۔ اللہ نے بیماروں کے لئے جہنم کا ہسپتال بنایا ہے۔ جنت میں تندرست لوگ جائیں گے۔

بورسٹل جیل میں عید الاضحیٰ

حسب معمول اس دفعہ بھی بورسٹل جیل میں عید الاضحیٰ نہایت سادگی اور تقدس کے ساتھ منائی گئی اور جناب مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نماز عید کے لئے تشریف لائے یہ خدا کی خاص عنایت اور حضرت کی عین مہربانی ہے کہ آپ گزشتہ کئی سالوں سے عیدین کے موقعہ پر بورسٹل جیل تشریف لا رہے ہیں اس سال عید قربان کے موقعہ پر بھی جب حضرت تشریف لائے تو جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب چوہدری نذیر احمد اختر نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ قیدیان پی، ٹی گراؤنڈ میں جمع تھے۔ حضرت کی آمد پر طلبا نے نہایت جوش و خروش سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور فضا اللہ اکبر کے نام سے گونج اٹھی۔

نماز عید سے قبل مولانا صاحب نے پون گھنٹہ تک قربانی کی ابتداء، حکمت فلسفہ اور ضرورت پر سیر حاصل اور ایمان افروز تقریر کی۔ جس سے سب کے ایمان تازہ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی جذبۂ قربانی مسلمانوں کی عظمت اور سربلندی کا ضامن ہے لہٰذا اس جذبۂ ایمان کو ہمیشہ تازہ کرتے رہنا چاہیئے پھر نماز پڑھانے کے بعد آپ نے خطبہ پڑھا اور آخر میں تمام عالم اسلام کے لئے دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ اسلامی ممالک میں الفت اور محبت پیدا کرے۔ آخر میں قیدی بچے مولانا صاحب اور جناب سپرنٹنڈنٹ صاحب سے بغل گیر ہوئے۔ جناب چوہدری صاحب نے مولانا صاحب کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح محفل عید بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ شام کو مقامی طور پر کبڈی اور والی بال کے مقابلے بھی ہوئے۔

(ہیڈ ماسٹر)

بقیہ: علمی مسائل۔ اور۔ اُن۔ کے۔ جوابات

کہ بعثت سے قبل بالعبض اوقات آپ پر فرشتوں اور بادل کا سایہ رہتا تھا اور بعد از بعثت بالعبض اوقات آپ پر سورج کی دھوپ ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے چادر وغیرہ کے سایہ کرانے کی ضرورت پڑتی ملخصاً امداد المفتیین ص۴۴ رسالہ مأمول القبول فی ظل الرسول از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند

خطبہ یوم الجمعہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء

فضائل جمعہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرتبہ: خالد سلیم عفی عنہ بی۔ ایس۔ سی، بی۔ ایڈ طالب علم ایم اے (ریاضی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

بزرگان محترم!

میں اس وقت اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے زیادہ وقت آپ حضرات کا نہیں لے سکوں گا۔ اور اس کے علاوہ کچھ تعب و تکان بھی ہے۔ رات بھی تقریباً دو ڈھائی گھنٹے بیان ہوا ــــ اس وقت بھی تقریباً ایک گھنٹہ کے قریب ایک نکاح کی مجلس میں بیان ہوا ــــ اب ہمت نہیں ہے کچھ بیان کرنے کی۔ ــــ لیکن چونکہ اعلان ہو چکا ہے۔ اور اعلان کا احترام بھی ضروری ہے۔ اس واسطے تھوڑا سا وقت آپ حضرات کا لوں گا۔

سب سے پہلا سوال موضوع کا ہے۔ کہ کس موضوع پر بیان کیا جائے اور یہ مستقل کام ہوتا ہے میرے لئے کہ کونسا موضوع منتخب کیا جائے۔ اس وقت سب سے بہتر موضوع وہی ہے جس کے لئے ہم اور آپ حاضر ہوئے ہیں اور وہ ہے نماز جمعہ۔ جو بہترین موضوع بھی ہے بہترین عبادت بھی ہے۔ بہترین قربت بھی ہے۔

اسی کے سلسلہ میں چند باتیں مجھے عرض کرنی ہیں۔ اور وہ باتیں اپنی نہیں ہوں گی۔ بلکہ ایک حدیث جو ذہن میں آگئی۔ اسی کو بیان کرنا ہے اور اس کا ترجمہ کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اس شان سے کہ ایک آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ اور اس آئینہ کے وسط میں ایک سیاہ نقطہ تھا۔ جو بالکل ممتاز تھا۔ آپ نے پوچھا۔ "اے جبرئیل! یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے؟ اور یہ آئینہ کیا ہے؟" فرمایا۔ کہ یہ سیاہ نقطہ مزید ہے جس کے معنی زیادتی کے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مزید کیا ہے۔ عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ یہ ایک میدان ہے جنت میں ــــ اور جنت کے بھی بالائی حصہ میں۔ یعنی جنتیں ۱۰۰ ہیں اوپر نیچے۔ اور ہر جنت آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے۔ سب سے اوپر کا حصہ جو عرش کے نیچے ہے اس میں ایک میدان ہے جو بالکل سفید ہے اس کی گھاس بھی سفید۔ درخت بھی سفید غرض ہر چیز سفید اور شفاف ہے۔ اور فرمایا کہ یہ اتنا بڑا میدان ہے کہ ہزارہا ہزار برس ہو گئے۔ مجھے گھومتے ہوئے کہ میں اب تک پوری طرح اس کی کنہ کو نہیں پا سکا ہوں ــــ

حدیث میں ہے کہ اصل شکل میں جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس شان سے کہ زمین سے لے کر آسمان تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک ساری فضا ان کے بدن میں گھری ہوئی تھی۔ چھ چھ بازو تھے۔ سورج سے زیادہ روشن تاج ان کے سر پر تھا۔ اندازہ کیجئے کہ وہ میدان کتنا بڑا ہوگا جس میں حضرت جبرئیل ہزارہا سال سے گھوم رہے ہیں لیکن ابھی تک پورا معلوم نہیں کر سکے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس میدان کی غرض و غائت کیا ہوگی تو عرض کیا کہ یہ موقع ہوگا۔ دربار خداوندی منعقد ہونے کا۔ اس میدان میں انبیاء علیہم السلام کے منبر بچھائے جائیں گے گول دائرے کی شکل میں۔ نور کے منبر ہوں گے۔ اور ہر نبی کے منبر کے پیچھے امت کی کرسیاں ہوں گی اور وہ پورا میدان بھر جائے گا ان بیٹھنے والوں کی کرسیوں سے ــــ دنیا میں جتنا جس کو تعلق تھا نبی سے اور دین سے اتنا ہی وہ قریب ہوگا منبر نبوی کے ــــ اور وہ کرسیاں اس شان سے ہوں گی۔ کہ ایک کے دیکھنے میں دوسرا حائل نہیں ہوگا۔ جیسے آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑی بڑی مجالس میں کرسیاں اس ترکیب سے بچھاتے ہیں۔ کہ اصلی صف ذرا نیچی پچھلی اونچی۔ تاکہ ہر شخص بے تکلف سامنے کی سٹیج کو دیکھ سکے۔ کرسیاں اس انداز سے بچھائی جائیں گی میدان کے کناروں پر کرسیاں نہیں ہوں گی۔ بلکہ کچھ غالیچے ہوں گے کچھ فانوس ہوں گے۔ اس طرح سے یہ میدان بھر جائے گا۔ اب گویا دربار بن گیا کہ چہار طرف منبر ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے ان کی پشت پر کرسیاں ہیں ــــ بیچ میں آگے کی کرسی حق تعالیٰ شانہ کی کہ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اس کی کرسی کی عظمت وبڑائی حدیث میں فرمائی گئی کہ ساتوں آسمان، اور زمین اس کرسی کے سامنے ایسے ہیں۔ جیسے ایک بڑے میدان میں ایک چھوٹا سا چھلہ پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اتنی عظیم یہ کرسی ہے آخر جس بادشاہ کی یہ کرسی ہے۔ اس کی بڑائی اور عظمت کے مناسب اس کرسی کی شان ہے۔

حق تعالیٰ شانہ، بیٹھتے نہیں اس کرسی پر تخت پر۔ کہ وہ جسم سے بری اور صورت سے منزہ ہیں۔ لیکن ان کی صفت ہے مُلک، بادشاہ ــــ چنانچہ بادشاہت کے جتنے لوازم ہیں۔ وہ سب جمع کئے گئے۔ تخت سلطنت بھی ہے۔ جس کا نام عرش عظیم ہے۔ عرش شکل قبہ کے ہے کہ ساری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔ اور ڈھانپے ہوئے ہے ساری کائنات کو ــــ اور عرش کے اوپر اللہ کی رحمت کی تجلی مستوی ہے فرمایا گیا۔

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى

تو عرش کے اوپر رحمت چھائی ہوئی ہے۔ اور عرش کائنات پر چھایا ہوا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رحمت چھائی ہوئی ہے۔ کائنات کے اوپر۔ یعنی جو تعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ قائم کیا ہے وہ رحمت کے ساتھ کیا ہے۔ غضب کے ساتھ نہیں غضب اگر سامنے آجائے تو پتہ بھی نہ چلے مخلوق کا ــــ رحمت ہی نے سنبھال رکھا ہے۔

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى

تو رحمت کی تجلی مستوی ہے عرش پر۔ اور اس رحمت سے احکام پھوٹتے ہیں۔ ہدایت اور رہنمائی اور کتب سماوی اور قوانین خداوندی اور قضا و قدر سب وہیں سے چلتی ہیں کہ جیسے ملک کی تمام کی تمام تجاویز و احکامات تخت وسلطنت سے جاری ہوتے ہیں اور اس طرح سے تخت سلطنت قائم کیا گیا اور وہ ہے عرش عظیم ــــ تو عرش کے نیچے ہے عظیم سمندر۔ جس پر یہ عرش قائم ہے۔

وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ۔

اور اس سمندر کے نیچے ہیں ۱۰۰ جنتیں۔ اور ہر جنت آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ بڑی ہے اور ۱۰۰ جنتوں کے نیچے ہیں۔ پھر ہفت آسمان تہ بہ تہ اور اس کے نیچے ہے ہفت زمین تہ بہ تہ۔ کہ یہ ایک سلسلہ ہے کائنات کا۔ کہ نیچے زمین اوپر فضا اور اس کے اوپر آسمان اور اس کے اوپر جنتیں اور اس کے اوپر سمندر اور اس پر عرش عظیم۔ عرش پر پہنچ کر مخلوق کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے

تو عرش اور جنتوں کے درمیان میں ہے یہ میدان جس کی عظمت وبڑائی یہ ہے اس میں دربار خداوندی منعقد ہوگا۔ بیچ میں بچھائی جائے گی کرسی حق

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

تمام اہل جنت اس دربار میں شرکت کرنے کے لئے ..... پہنچیں گے اپنی اپنی سواریوں پر۔ ان کی سواریوں کی شان یہ آتی ہے کہ بعض تخت ہوا پر سوار ہوں گے۔ اڑتے ہوئے تخت ہوں گے بعض براق پر سوار ہوں گے مختلف قسم کی سواریاں ہوں گی جس کے ذریعے پہنچیں گے اہل جنت

اور ایسا وقت آئے گا۔ کہ کل دربار مکمل منعقد ہو جائے گا تمام اہل جنت جمع ہوں گے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے منبروں پر ہوں گے۔ بیچ میں کرسی ہوگی حق تعالیٰ کی۔ جب سارا دربار جم جائے گا، تو اب محسوس کریں گے بندے کہ تجلیات حق کا ظہور ہوگا۔ گویا کہ کرسی پر مستوی ہے حق تعالےٰ کی تجلی ——

حدیث میں ہے۔ کہ وہ کرسی باوجود اس عظمت کے اس طرح چرچرائے گی کہ جیسے بوجھ سے دب کر کوئی چیز ٹوٹنے کے قریب ہوتی ہے۔ وہ ہیبت حق کا بوجھ ہوگا۔ کوئی جسمانی بوجھ نہیں ہوگا

حدیث میں فرمایا گیا کہ داؤد علیہ السلام کو معجزہ دیا گیا تھا آواز کا، اتنی پاکیزہ آواز تھی کہ جب وہ مناجات پڑھتے تو چرند پرند ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے۔ اور محو ہو جاتے تھے۔ انسان تو بجائے خود جانوروں پر بھی ایک غنودگی کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ فرمایا جائے گا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو کہ ان تمام درباریوں کو اپنے مضمونوں سے مستفید کریں۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام اس اعجازی خوش آوازی سے مناجات و مضامین پڑھیں گے کہ کیف طاری ہوگا اہل جنت پر۔ جس طرح شراب طہور کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا

ملائکہ کو فرمایا جائے گا کہ تقسیم کرو۔ یہ شراب طہور دنیا کی شراب جیسی نہیں ہوگی۔ دنیا کی شراب میں تلخی ہوتی ہے۔ اس میں شیرینی ہوگی۔ دنیا کی شراب سے عقلیں جاتی رہتی ہیں۔ اس سے عقلوں میں تیزی اور معرفت وبصیرت پیدا ہوگی، وہ سکر مشابہ ہوگا اُس سکر کے کہ جو حضرات صوفیاء پر کثرت ذکر سے ایک نشۂ معرفت کا طاری ہوتا ہے۔ ایک سکر ہوتا ہے اور ایک استغراق ہوتا ہے کہ اس میں منکشف ہوتے ہیں اُن پر احوال وعلوم اور مواجید۔ گویا دنیا میں جو سکر دیا گیا تھا۔ نشہ دیا گیا تھا معرفت کا اس کی صورت مثالی ہوگی۔ جنت میں شراب طہور۔ اور اس طرح سے کیف عقلوں پر طاری ہوگا — روحوں میں بھی ایک کیف بڑھے گا معرفت خداوندی اور بصیرت بڑھتی جائے گی۔ اس وقت حق تعالےٰ فرمائیں گے۔ کہ

سَلُونِی مَا شِئْتُمْ

جو جس کا دل چاہے مانگے طلب کرے۔ سب کو خطاب عام فرمایا جائے گا۔ تو سب مل کر عرض کریں گے کہ کونسی نعمت ہے۔ جو آپ نے عطا نہیں فرما دی ہمیں ساری نعمتیں مل چکی ہیں۔ بس ہماری درخواست یہ ہے۔ کہ اپنی رضا ہمیں عطا فرما دیجئے۔

فرمائیں گے کہ یہ نعمت مل چکی —— میں اگر راضی نہ ہوتا تو تمہیں اس مقام پر گھسنے نہ دیتا —— میں راضی ہوں اور ایسا راضی ہوں کہ ابد الآباد تک کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ یہ مل چکا مقام تمہیں، اور کچھ مانگو —— تو سب حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں گے کہ کیا چیز مانگیں —— کونسی نعمت ہے جو ہمیں نہیں مل گئی۔ اس وقت سب مل کر رجوع کریں گے علماء کی طرف ان سے استفتاء کریں گے کہ کیا چیز رہ گئی ہے۔ جو ہم مانگیں۔ ہمارے علم کے اعتبار سے تو ہر نعمت مل چکی ہے گویا علم اور اہل علم کی احتیاج وہاں بھی باقی رہے گی —— لوگ دنیا میں مستغنی ہونا چاہتے ہیں علماء سے حالانکہ حاجتمندی وہاں بھی قائم رہے گی۔ وہ کسی کی ذات کی احتیاج نہیں ہوگی۔ وہ علم کی احتیاج ہوگی اور ابد الآباد تک علم کا محتاج ہے آدمی۔ اس لئے کہ علم اللہ کی صفت ہے جیسے ذات لامحدود ہے اس کی صفات بھی لامحدود ہیں تو کتنے ہی بڑے مقامات علم کے طے کرے پھر بھی لامتناہی مقامات رہتے ہیں کہ جن کی طلب رہے گی انسان کو ——

حضرت شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قطعہ ہے۔ جو وہ پڑھا کرتے تھے کہ جوں جوں زمانہ مجھے ادب سکھاتا ہے۔ مجھ پر میری عقل کا نقصان وار د ہوتا ہے۔ جو ادب کا کوئی مقام طے کیا تو سمجھ میں آیا کہ اب تک میری عقل نے یہ پایا نہیں تھا اس مقام تک بڑی ناقص عقل ہے۔ پھر اگلا مقام طے ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی اب تک نہیں تھا میری عقل نہیں پا سکی تھی اسی طرح۔

جو جو مقامات ادب کے آتے رہے۔ میری عقل کا نقصان مجھ پر واضح ہوتا رہا اور جیسے جیسے علم کے مراتب میرے بڑھتے رہے میری جہالت مجھ پر واضح ہوتی رہی۔ جب کسی علم کے مقام پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ اب تک اس سے جاہل تھا —— علم کے مراتب کھل رہے ہیں۔ تو میرے نفس کی جہالت کے مقامات بھی میرے نفس پر کھل رہے ہیں۔ لامحدود حد تک انسان جاہل ہے اور محدود حد تک عالم ہے جو ہمیں معلومات ہیں وہ محدود ہیں اور جو غیر معلوم چیزیں ہیں وہ لامحدود ہیں اس لئے کہ علم اللہ کی صفت ہے —— علم جتنا بھی بڑھتا جائے گا۔ انسان چاہے وہ کروڑوں مقامات ہوں علم کے پھر بھی ان گنت مقامات رہیں گے کیونکہ لامحدود کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ علم کی محتاجگی دنیا میں ہی نہیں جنت میں بھی رہے گی کیونکہ صفت خداوندی وہاں پہنچ کر محدود نہیں بن جائے گی۔ علم ومعرفت کے مقامات وہاں بھی لامحدود رہیں گی تو رجوع کریں گے لوگ علماء کی طرف کہ ساری نعمتیں مل گئیں کونسی چیز باقی ہے جو ہم مانگیں تو علماء مل کر ایک مشورہ دیں گے کہ ایک چیز رہ گئی ہے جو طلب کرو وہ نہیں ملی اور وہ یہ ہے کہ حق تعالےٰ سے مانگو کہ اپنا جمال مبارک دکھائے۔ دیدار خداوندی ابھی تک باقی ہے یہ نعمت نہیں ملی اور وعدہ ہے قرآن مجید میں —— فرمایا گیا کہ ——

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

بہت سے چہرے ہونگے تر و تازہ اور شاداب کہ جو دیکھتے ہوئے ہونگے اپنے پروردگار کی طرف جیسے کفار کے بارے میں دھمکی دی گئی

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؀

یہ وہ لوگ ہیں سیاہ چہرے والے کہ ان کے اور پروردگار کے درمیان حجابات حائل ہوں گے۔ یہ زیارت نہیں کر سکیں گے۔ ابدی محرومی ہوگی ان کے لئے۔ تو اس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اس وعدہ کا ظہور وہاں ہوگا۔ تو علماء مشورہ دیں گے کہ ایک نعمت رہ گئی ہے وہ طلب کریں اور وہ ہے دیدار خداوندی تو سب مل کر ایک زبان ہو کر عرض کریں گے کہ ہمیں یہ نعمت عطا فرما دیجئے — اپنا جمال مبارک دکھلا دیجئے۔ اسی کی تمنا میں ہم نے عبادتیں کی ہیں۔ عمریں گزاری ہیں۔ مشاہدہ حق اصل مقصود تھا۔ تو اب جب اس مقام پر مشاہدہ نہ ہوا۔ تو اور کونسا مقام ہوگا کہ جہاں مشاہدہ ہو حق کا۔ درخواست قبول کر لی جائے گی۔

حدیث میں ہے کہ حجابات اٹھنے شروع ہو جائیں گے۔ صرف ایک حجاب کبریائی اور عظمت کا باقی رہ جائے گا۔ باقی سب حجابات اٹھیں گے اور بندے اپنے خدا کو دیکھیں گے اس شان سے کہ —— نہ سمت ہے نہ جہت ہے نہ رنگ ہے اور پھر مشاہدہ ہو رہا ہے اور دیکھ رہے ہیں۔ یہ گویا موضوع ہے اہل مزید کا۔ جس کا نام ہے میدان مزید وہ درباری مقام —— یہ ایک حدیث ہے کہ جس کا میں نے ترجمہ اور تفسیر آپ کے سامنے عرض کی۔

یہ جنت میں میدان مزید ہے اور ہفتے میں ایک بار اجتماع ہوگا۔ جب دربار ختم ہوگا تو فرمائیں گے اہل جنت کو کہ جاؤ اپنے اپنے مقامات پر۔ اہل جنت واپس ہوں گے اپنے اپنے گھروں میں پہنچ جائیں گے۔ جنت میں۔ اس دربار کی مثال دنیا میں جمعہ رکھا گیا ہے۔ ہفتے میں ایک مرتبہ یہ دربار خداوندی ہے جو دنیا میں منعقد ہوتا ہے۔ خطیب اور امام وہ نائب حق ہوتا ہے —— جیسا کہ تجلیات ربانی کرسی پر ہوتی تھیں یہاں خطیب منبر پر بیٹھتا ہے گویا وہ نمائندہ ہے اور تجلی حق ہے کہ اس میں ظہور کر رہی ہے — خطابت کی تجلی۔ اس لئے کہ اصل خطیب حق تعالےٰ شانہ ہیں۔ ان کے بعد خطباء انبیاء علیہم السلام ہیں اسی لئے حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ——

انا قائدھم وانا خطیبھم

میں ہی قائد ہوں گا ساری امتوں کا قیامت کے دن اور میں ہی خطیب ہونگا۔ میں ہی ان کے سامنے خطبہ دوں گا۔ تو انبیاء نمائندگان حق ہیں۔ اس تجلی کے بارے میں جو خطاب کی صورت میں نمایاں

ہوتی ہے۔ تو اصل خطیب حق تعالیٰ شانہٗ ہیں۔ تو اسی دنیا میں ان کا نمائندہ امام اور خطیب ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عام واعظوں اور عام خطبوں کے جو آداب ہیں۔ اس سے کچھ زیادہ ممتاز ہیں اس خطبے کے آداب فرمایا گیا۔

فَاِذَا خَرَجَتِ الْاِمَامُ وَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامْ۔ جب خطبہ کے لئے امام اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہو۔ تو اب نہ سلام و کلام جائز ہے۔ نہ نفلیں پڑھنی جائز ہیں۔ صرف کام یہ ہے۔ کہ امام کو دیکھو۔ خطبہ کی حالت میں فرمایا گیا۔ جو کنکریوں سے کھیلنے لگا اس نے لغو حرکت کی۔ اس کے لئے مکروہ ہے۔ عام وعظوں میں اگر کوئی کنکری اُٹھا لے کوئی کراہت نہیں لیکن خطبہ جمعہ میں اگر کنکریوں سے چٹائی کی تیلیوں سے کھیلنے لگے۔ اس پر نکیر کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ اس نے لغو حرکت کی۔ تو نماز بھی جائز نہیں ہے خطبہ شروع ہونے کے بعد۔۔۔ درود شریف جیسی طاعت بھی جائز نہیں ہے۔ خطبہ شروع ہونے کے بعد۔۔۔ تلاوت قرآن بھی جائز نہیں ہے۔ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اس وقت خطیب کو دیکھا جائے اور کان لگائے جائیں اس کے خطبے کے اوپر۔۔۔ جو زیادہ سے زیادہ اس کو دیکھنے کی عادت ڈالے گا میدان مزید میں زیادہ سے زیادہ اُسے حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا وہاں تجلیاتِ حق سامنے ہوں گی۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ جمعہ میں جو اذان سے پہلے اوّل وقت آگیا۔ صف اُولیٰ میں جگہ ملی اسے۔۔۔ وہ ایسا ہے جیسے ایک اونٹ قربانی کا ذبح کر دیا۔ جو اس کے بعد آیا اس سے کم درجہ کا ہے کہ بکرا ذبح کیا اس کے بعد جو آیا وہ ایسا ہے کہ اس نے مرغی ذبح کی اور جب خطبہ کے لئے کھڑا ہوگیا امام تو ملائکہ اپنے صحیفے لپیٹ کر خطبہ سننے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر کوئی درجاتِ عالی کا مقام نہیں رہتا کہ اس کا نام لکھا جائے۔ بس فرض ادا ہو جائے گا۔ جو صف اولیٰ میں ہوگا وہ انبیاء کے پیچھے وہاں بھی صفِ اولیٰ میں جگہ پائے گا۔۔۔

جو یہاں جتنا پیچھے ہو جائے گا اتنا ہی وہ وہاں پیچھے ہوگا۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر لگاتار تین جمعے چھوڑ دیئے، قضا کر دیئے۔ بلا کسی عذر شرعی کے، عذر طبعی کے تو ظن غالب یہ ہے کہ پھر اسے توفیق نہیں ہوگی عمر بھر جمعہ پڑھنے کی، جب تک وہ سچی توبہ نہ کرے، رجوع نہ کرے۔ تو جمعہ کی نماز بے شک فرض ہے مگر عام فرائض سے کچھ زیادہ اس میں خصوصیت ہے۔ اور یہ خطبہ عام خطبوں سے بڑھ کر ایک نئی شان رکھتا ہے جو امتیازی شان ہے۔۔۔

علماء لکھتے ہیں کہ ظہر کے چار فرض ہیں۔ جمعہ کے دو ہو جاتے ہیں۔ دو فرضوں کے قائم مقام یہ دو خطبے ہوتے ہیں جو امام منبر پر بیٹھ کر دیتا ہے اسی لئے ان خطبوں کے آداب عام خطبات سے زائد ہیں۔ کہ امام کو دیکھو تلاوت مت کرو۔ عبادت بھی نہ کرو۔ بڑی عبادت یہ ہے کہ خطبہ سنو اور امام کو دیکھو گویا بمنزل۔ نماز کے ہیں یہ دو خطبے تو چار رکعتیں ہو جاتی ہیں اس شان سے کہ دو رکعتیں جمعہ کی اور دو رکعتیں قائم مقام ان دو خطبوں کے اسلئے ان خطبوں کے آداب زیادہ رکھے گئے ہیں تو بہر حال حق تعالیٰ شانہٗ نے نمونہ اتارا ہے اس دنیا میں میدان مزید کا اس جمعہ کو، اسی لئے شریعت کی اصطلاح میں جمعہ کا نام ہے یوم المزید، یوم المزید اس کو اس لئے کہا گیا ہے کہ جنت کا میدان مزید دنیا میں ہے۔ جنت میں جاکر میدان مزید وہاں کی شان کے مطابق ہوگا تو ساری دنیا کے جمعے اور دنیا کی جامع مسجدیں مل کر میدان مزید کا ایک نقشہ ہیں دنیا میں۔ ان کے مجموعوں کو اٹھا کر لے جائیں گے آخرت میں اوپر۔ جنتوں میں پہنچائیں گے یہ خطبے۔۔۔ ٹکڑے بھی اٹھائے جائیں گے جنتوں کی طرف۔۔۔ تو وہاں کا ایک نمونہ دربارِ خداوندی کا یہاں ہے۔ اسی واسطے جمعہ کو سید الایام کہا گیا ہے کہ تمام دنوں کا سردار ہے حق تعالیٰ کی شان فرمائی گئی ہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ

تیرا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے جس چیز کو چاہتا ہے چھانٹ لیتا ہے اپنے لئے۔ سات آسمان بنائے ساتویں کو پسند کیا اور منتخب کر لیا وہ مقبول زمین ہے بنیاد ہے جنتوں کی۔ ساتویں آسمان پر جنتوں کا علاقہ ہے جو مقام کریم ہے۔۔۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے۔ جو جبرئیل علیہ کا مقام ہے اور قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے کہ

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى

سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ تو سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے۔ سدرہ کے پاس ہے مقامِ جنت تو جنتیوں کا علاقہ ساتویں آسمان سے شروع ہوتا ہے۔ سرکاری مہمان خانہ اسی میں بنایا گیا ہے۔ زمینوں میں سات زمینیں پیدا کیں۔ اوپر کی زمین منتخب کی کہ وہ مقام ہے انبیاء علیہم السلام کا اور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا۔۔۔ اور ساتویں زمین کی تہ میں ہے جہنم۔ جیسے جنت سات آسمانوں سے بالاتر ہے۔ جہنم سات زمینوں سے نیچے ہے قیامت کے دن صور پھونکا جائے گا۔ آسمان توڑ دیئے جائیں گے تو جنتیں نمایاں ہو جائیں گی۔ زمینیں ختم کر دی جائیں گی۔ تو جہنم نیچے سے نمایاں ہو جائے گی۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝

جہنم دھونکا دیا جائے گا اور جنتیں سامنے کر دی جائیں گی بیچ میں جو پردے حائل ہیں زمینوں کے اور آسمانوں کے یہ سب توڑ پھوڑ کر برابر کر دیئے جائیں گے۔ تو زمینوں میں اوپر کی زمین کو پسند کیا اپنے لئے اور آسمان میں اوپر کے آسمان کو پسند کیا۔ پیدا کئے سات اور منتخب کر لیا ایک۔ جنتیں پیدا کیں اور پسند کر لیا اپنے لئے جنت الفردوس کو جو مقام ہے۔ انبیاء علیہ السلام کا سب سے اوپر کی جنت پہاڑ ہزاروں بنائے اللہ نے پسند کر لیا طور سینا کو کہ اسے اپنی تجلی گاہ بنایا۔ اس کے شہر ہزاروں لاکھوں ہیں دنیا میں۔ پسند کر لیا بلد الامین کو جس میں حرم واقع ہے مکہ مکرمہ۔ زمین کے ٹکڑے کروڑوں بنائے۔ سب سے زیادہ پسندیدہ وہ ٹکڑا ہے جس میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ ہمارے علماء لکھتے ہیں کہ وہ ٹکڑا عرش سے بھی افضل ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عرش کو نسبت ہے حق تعالیٰ کی طرف۔۔۔ حق تعالیٰ بیٹھے ہوئے نہیں ہیں اس کے اوپر وہ تو جسم سے پاک ہیں اور وہ ٹکڑا جو قبر مبارک کا ہے بدن مبارک لگا ہوا ہے اس کو۔۔۔ اور جس کو چھو جائے بدن نبوی وہ یقیناً افضل ہوگا عرش سے۔ کہ عرش سے چھوئے ہوئے نہیں ہیں حق تعالیٰ، کیونکہ وہ بری بالا ہیں جسم سے۔۔۔ ایک نسبت ہے اور یہاں نسبت نہیں بلکہ اتصال ہے، ملاپ ہے۔ زمین منتخب کی زمین کے ٹکڑے ہزاروں بنائے وہ ٹکڑا پسند کر لیا اپنے لئے۔ راتیں بنائیں سات اور پسند کر لیا لیلۃ القدر کو اور فرمایا کہ

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے گویا ہزار مہینے جو شخص رات دن عبادت کرے اس محنت سے جس مقام پر پہنچے گا۔ لیلۃ القدر میں اگر زندہ کیا رات کو تو اس مقام پر ایک ہی رات میں پہنچ سکے گا تو لیلۃ القدر کو پسند کر لیا اپنے لئے اسی طرح سے سات دن بنائے اور پسند کر لیا ان میں سے اپنے لئے یوم جمعہ کو کہ یہ ہمارے دربار کا دن ہے۔ جنت میں بھی اسی دن میں دربار ہوگا حالانکہ جنت میں رات اور دن نہیں ہیں وہاں تو یکساں ایک وقت رہے گا۔ وہاں سورج کی گردش نہیں ہے کہ رات اور دن بنیں۔ یہ تو گردش آفتاب کے آثار ہیں۔ رات اور دن کا بننا، کبھی دھوپ کبھی چھاؤں، کبھی دن کبھی رات وہاں سورج نہیں حدیث میں ہے کہ جنت میں چاند تا ہوگا عرش کا عرش کی نورانیت پھیلی ہوئی ہوگی۔ وہ یکساں ہوگی اور اس نورانیت کی تمثیل اور تشریح دی گئی ہے کہ گرمی کے زمانہ میں صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے جب ٹھنڈی روشنی اور دودھ سا چاندنا ہوتا ہے۔ یہ نوعیت ہوگی جنت میں روشنی کی۔ کہ تیزی بھی ہے مگر ایسی نہیں کہ آنکھوں میں چوند پیدا کرے۔۔۔

بقیہ فضائل جمعہ

روشنی کافی ہے مگر تیزی نہیں ہے۔ کہ آدمی دھوپ میں بیٹھے۔ روشنی بھی ہے۔ ٹھنڈی بھی ہے۔ برطلا سلام بھی ہے مگر تیزی نہیں ہے۔ وہ خوشگوار ہے نگاہوں کو بھاتے والی اور یکساں رہے گی تو وہاں نہ رات ہے نہ دن ہے۔ نہ سونا نہ جاگنا بلکہ جاگنا ہی جاگنا ہے۔ اس لئے کہ سو جانا تھکن اور غفلت کی علامت ہے وہاں تعب و تکان کا نشان نہیں کہ سو جائے آدمی پڑ کے۔ وہاں تو رات دن کا عیش ہے۔ رات دن کی بادشاہت ہے اس لئے نہ رات ہے نہ دن ہے۔ تعب ہوتا تو رات رکھی جاتی کہ آرام سے سو جاتے جب تکان نہیں تو رات کی ضرورت نہیں اس لئے یکساں دن رہے گا ——

(باقی آئندہ)

بقیہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور خطیب بغدادیؒ

انتھک کوششیں حضرتؒ کی پوری زندگی رہی اور ایسے دور میں جبکہ علم و ہدایت کے چشمے خشک اور علم و عرفان کے جذبات سرد پڑ گئے تھے حضرت مولانا قدس السرہٗ نے لکھوکھا مخلوقِ خدا کے قلوب کو روحانیت سے آشنا کیا اور اہل تقویٰ کے قلوب کو کتاب و سنت کے انوار سے روشن فرمایا مگر ھویٰ پرست مخالفوں نے مخالفت کی نامسعود زیادتیوں میں کمی نہیں کی مگر امت محمدیہ کی آسمان ہدایت کا یہ آفتاب نیک اور پاکیزہ عزائم کے ساتھ صبر و تفویض کے بلند مراتب پر چمکتا رہا۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ٥

ایسے ہی لوگوں پر اپنے رب کی عنایتیں ہیں اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر ——

(باقی)

اعتذار

علم مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی اور قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی تقریر کے طویل ہونے کے باعث اس مرتبہ حضرت اقدس مولانا پوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ شائع نہیں کر سکے آئندہ اشاعت میں اسے انشاءاللہ العزیز ضرور شائع کر دیا جائے گا (ادارہ)

تقریر دلپذیر

جامع مسجد جہانیاں منڈی ضلع ملتان میں حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہ مورخہ ۲۳ رمئی جمعرات کو تقریر فرمائیں گے ——

یہ ہوا

بیرون دہلی گیٹ ملتان سے ایک عدد بٹوا ہمیں ملا ہے جس میں مبلغ نوتے روپے ہیں ملا ہے جس صاحب کا ہو مندرجہ ذیل پتہ پر نشانی بتلا کر حاصل کر سکتا ہے

توحید ہوزری سٹور بان بازار —— ملتان

عجالہ نافعہ

اصول حدیث میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا رسالہ "عجالہ نافعہ" جو عرصہ سے نایاب تھا اور کسی قیمت پر دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اب بزم توحید و سنت کوہاٹ کے اہتمام سے عمدہ سفید کاغذ پر اعلیٰ کتابت و طباعت کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔ ایک نسخہ وی پی سے طلب نہ کریں بلکہ ایک روپیہ ۲ آنے کے ڈاک ٹکٹ بھیجیں۔ کم از کم پانچ نسخے یکجا منگانے کی صورت میں محصولڈاک معاف

تاجروں کے لئے ۳۳ فی صدی مزید رعایت۔ تاجرانہ رعایت کم از کم پندرہ نسخے یکجا منگانے کی صورت میں دی جائے گی۔

پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں ——

سجاد بخاری ایڈیٹر ماہنامہ "تعلیم القرآن" راجہ بازار راولپنڈی

نوشہرہ چھاؤنی میں جانشین شیخ التفسیر مدظلہ کی آمد

پروگرام

۲ جون بروز اتوار ظہر تا مغرب = بیعت (مردوں کے لئے)

بعد از نماز عشاء: جامع مسجد میں مجلس ذکر و خطاب

۳ جون بروز سوموار صبح :- دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک روانگی و واپسی

بعد از نماز ظہر تا عصر :- بیعت مستورات

〃 〃 〃 مغرب درس قرآن مجید

نوٹ :- آپ کے ساتھ جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر بھی شریک سفر ہونگے

المعلن :- احمد عبدالرحمن صدیقی و خدام و متوسلین حضرت الشیخ لاہوری نوشہرہ چھاؤنی

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ عدم تعمیل میں تاخیر لازمی امر ہے —— مینیجر

بچوں کا صفحہ

بچپن کی تربیت

مولانا محمد عبد اللہ صاحب بھکر

پیارے بچو! بچپنے میں جس آدمی کو نیک کاموں کی عادت پڑ جاتی ہے وُہ مرتے دم تک ساتھ رہتی ہے اور دونوں جہانوں میں کامیاب بناتی ہے۔ جو بچپنے کا سارا وقت کھیل کود میں کھو دیتے ہیں۔ اور اچھے کاموں کے قریب نہیں پھٹکتے بڑے ہو کر اچھی عادتیں پکڑنا اُن کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے پیارے پیغمبر جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مُرُوْا صِبْیَانَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعًا وَ اضْرِبُوْھُمْ اِذَا بَلَغُوْا عَشْرًا یعنی تمہارے بچّے جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم کرو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مار پیٹ کر نماز کا عادی بناؤ۔ حالانکہ نماز مسلمان پر اس وقت فرض ہوتی ہے۔ جب وہ بالغ ہو۔ سات اور دس برس کے بچّے بالغ نہیں ہوتے۔ اس لئے نماز بھی اُن پر فرض نہیں ہوتی لیکن ہمارے آقا نے نابالغی کی اس عمر میں بھی نماز کا حکم فرمایا تاکہ بچپنے میں ہی مسلمان نماز کا عادی بن جائے۔

پیارے بچو! کوشش کرو کہ بچپنے میں نمازوں اور دوسرے نیک کاموں کی عادت ہو جائے۔ وہ کام کرو جن سے اللہ میاں خوش ہوتا ہے اور ان کاموں سے بچو جن سے اللہ میاں ناراض ہوتا ہے اپنے وقت کو غنیمت سمجھ کر نیک، متقی اور پرہیزگار بننے کی کوشش کرو؎

غافل منشیں نہ وقت بازیست
وقت ہنر است وکار سازیست

ہم تمہیں آج نیک بچّوں کے کچھ واقعات سناتے ہیں تاکہ تم ان سے سبق حاصل کر سکو۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب بچّے تھے اُن کے سامنے کسی نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃ (اُس آگ سے ڈرتے رہو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) آپ سن کر بہت زیادہ روئے۔ ایک شخص نے کہا آپ تو اہل بیت میں سے ہیں اتنے زیادہ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ کنعان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اللہ تعالٰی نے اُس کے متعلق فرمایا تھا کہ یَا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ (اے نوح! یہ بیٹا تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے) اُس شخص نے کہا کہ آپ تو بچّے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب آگ سلگانے لگتی ہیں تو پہلے چھوٹی لکڑیوں میں آگ لگاتی ہیں پھر بڑی لکڑیوں میں۔ مَیں ڈرتا ہوں کہ آخرت میں یہی ترتیب نہ ہو۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کو بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت ہؤا کرتی تھی۔ ہمارے مخدوم و مکرم مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہم نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "آپ کی قدر اپنے بزرگوں میں لڑکپن سے تھی آپ کے لڑکپن کی بہت سی حکائتیں مشہور ہیں کہ شریعت کے مطابق باتیں آٹھ برس کی عمر کے وقت سے سرزد ہوتی تھیں اس لئے آپ کے تمام بزرگ آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے والد کے ساتھ کلاّواں سے چلے۔ آپ کے والد کے ہاتھ میں ایک پنجرہ تھا جس میں طوطی تھا۔ آپ جب کوئیں کے کھیت پر پہنچے تو آپ کے والد نے کوئی یعنی کاکن کے درخت کا ایک خوشہ توڑ کر جانور کے پنجرہ میں دے دیا۔ مولانا مرحوم نے منع کیا آپ کے والد نے اس کو خفیف بھ کر نہیں مانا اور چلے گئے۔ جب آپ کے والد بیس پچیس قدم چلے گئے تو دیکھا کہ مولانا مرحوم میرے پیچھے نہیں ہیں۔ بلکہ وہیں کھیت پر کھڑے ہیں۔ پکارا کہ آؤ کیوں کھڑے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جب مالک کھیت کا آوے گا تو اس سے معاف کرا کے آؤں گا کہ خوشہ ہمارے پنجرہ میں ہے۔ آپ کے والد نے کم سنی کے سبب سے نہیں چھوڑا اور کہا کہ لو ہم نہیں لے جاتے ہیں۔ پنجرہ کھول کر خوشہ کو پھینک دیا تب آپ وہاں سے تشریف لے چلے"۔

محمد بن حسین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مکّہ شریف کے بازار میں دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی لڑکی لئے کھڑا ہے اور قیمت کیساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ مَیں اس کے عیب سے بری ہوں۔ آپ نے دریافت کیا کہ عیب کیا ہے اُس نے کہا کہ "یہ پاگل ہے ہر وقت مغموم رہتی ہے ساری رات نماز پڑھتی ہے دن بھر روزہ رکھتی ہے اور تنہائی کو پسند کرتی ہے۔" آپ لڑکی کو خرید کر اپنی قیام گاہ پر لے گئے وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی آپ سے وطن پوچھا آپ نے جب بتلایا کہ میرا وطن عراق ہے تو بہت خوش ہوئی۔ عراق کے بزرگوں کے نام لے لے کر حال پوچھا انہی میں آپ کا نام بھی لیا جب آپ نے بتلایا کہ مَیں ہی محمد بن حسین ہوں تو کہنے لگی کہ مَیں نے خدا تعالٰے سے دعا کی تھی کہ آپ سے ملاقات ہو۔ پھر آپ سے قرآن مجید کا ایک مقام پڑھنے کی درخواست کی۔ آپ نے پڑھا وہ چیخ کر بے ہوش ہو گئی۔ اسی طرح کئی بار ہؤا قرآن سنتی اور خدا تعالٰے کے عشق و محبت میں اشعار پڑھ کر بیہوش ہو جاتی یہاں تک کہ بے ہوشی میں روح پرواز کر گئی۔ محمد بن حسین بازار میں تجہیز و تکفین کا سامان لینے گئے جب واپس آئے تو دیکھا کہ لڑکی کی نعش جنّت کے دو سبز اور معطّر کپڑوں میں کفنی ہوئی رکھی ہے اور کفن پر کلمہ طیّبہ اور قرآن مجید کی آیۃ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ نور کی دو سطروں میں لکھا ہؤا ہے۔ نماز جنازہ پڑھ کر دفنا دیا گیا۔ محمد بن حسینؒ نے خواب میں دیکھا کہ یہ لڑکی جنّت کے باغات کی سیر کر رہی ہے۔

●

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱-۲۷۳۰ T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء





